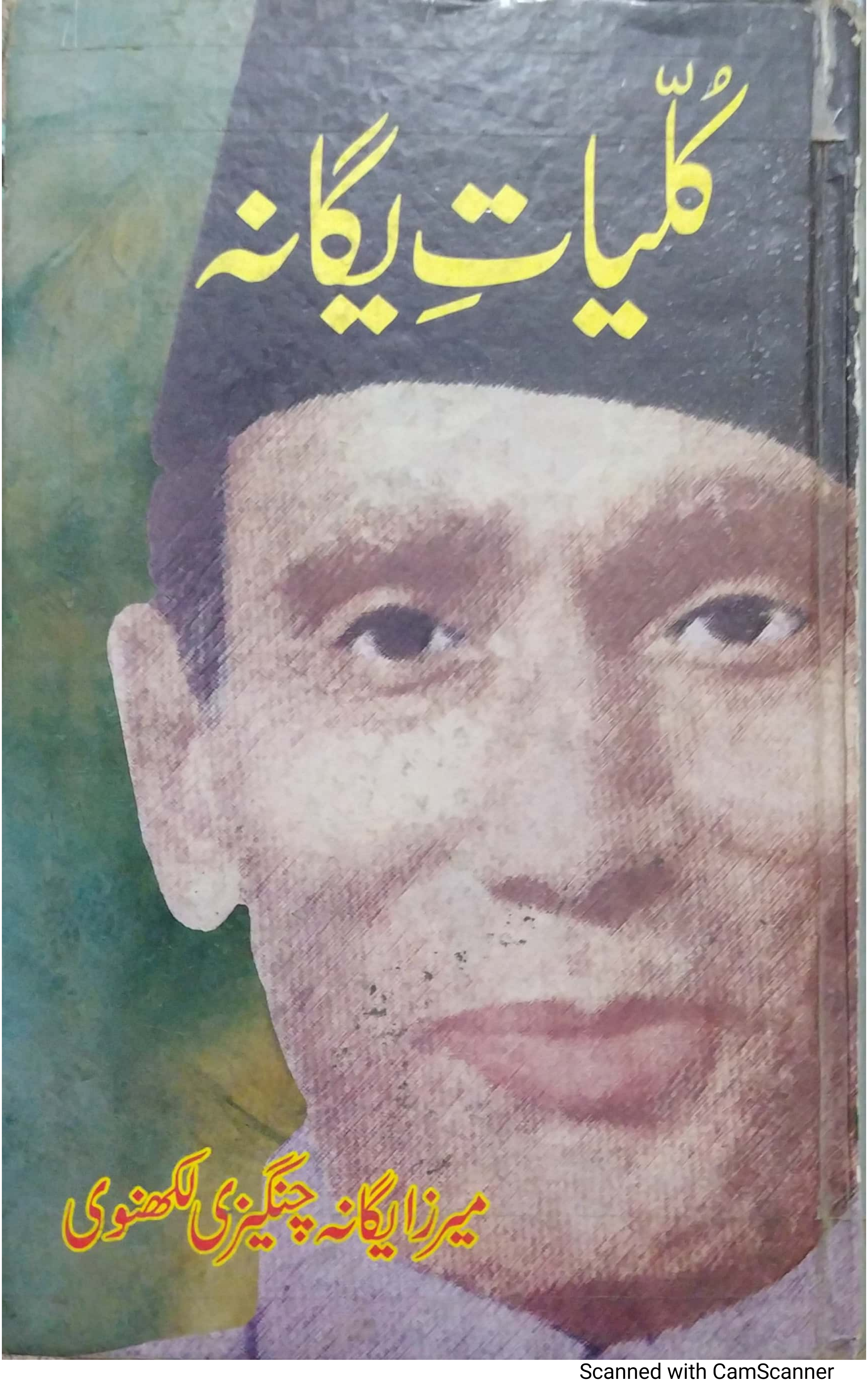

Scanned with CamScanner

کلیاتِ یگانہ

Kulliyat-e-Yagana

(Poetry)

Compiled By : **Mushfiq Khawaja**

پہلی اشاعت : جنوری ۲۰۰۳ء

ناشر : اکادمی بازیافت

اردو سینٹر، کمرہ نمبر ۴ (پہلی منزل) اردو بازار، کراچی۔ فون : ۲۶۳۴۳۳۰

کمپوزنگ : لیزر پلس، اردو بازار، کراچی

قیمت : ۵۰۰/ روپے (پاکستان میں)

۳۵/ امریکی ڈالر (بیرونِ ملک)

مرتب

مشفق خواجہ

Scanned with CamScanner

ترتیب

فہرستِ غزلیات/ ۱۱

فہرستِ رُباعیات/ ۱۵

فہرستِ منظومات/ ۲۲

فہرستِ کلامِ فارسی/ ۲۳

فہرستِ شخصیات/ ۲۴

دیباچۂ مرتّب/ ۲۵

یگانہ... سوانحی خاکہ از مرتّب/ ۴۶

مآخذ از مرتّب/ ۷۴

نشترِ یاس

''نوٹ'' از یاس/ ۹۴

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ/ ۹۶

انتساب بعنوان ''نذر'' (عکس)/ ۹۷

اساتذۂ لکھنؤ کی رائیں/ ۹۸

Scanned with CamScanner

دیباچہ از حامد علی خاں/۱۰۲
متن ''نشترِ یاس''/۱۱۱ تا ۱۹۰
غزلیات/۱۱۱
متفرقات/۱۸۲
رباعیات/۱۸۴
سہرا/۱۸۹

آیاتِ وجدانی (طبع اوّل)

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ (بیرونی)/۱۹۲
عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ (اندرونی)/۱۹۳
عکس، مطبوعہ متن کا پہلا صفحہ/۱۹۴
انتساب (عکس)/۱۹۵
دیباچہ از مرزا مراد بیگ شیرازی/۱۹۷
متن/۲۱۹ تا ۳۲۷

ترانہ

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ/۳۳۰
مغالطہ... دیباچہ از یگانہ/۳۳۱

Scanned with CamScanner

مطبوعہ متن کا پہلا صفحہ (عکس) /۳۳۴

متن/ ۳۳۵ تا ۴۰۳

آیاتِ وجدانی (طبع دوم)

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ/ ۴۰۶

تحفۂ ادب (انتساب، عکس) /۴۰۷

عکس، پہلا صفحہ، نسخۂ مطبوعہ/ ۴۰۸

متن/ ۴۰۹ تا ۴۳۷

عکس، آخری صفحہ، نسخۂ مطبوعہ/ ۴۳۸

آیاتِ وجدانی (طبع سوم)

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ (بیرونی) /۴۴۰

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ (اندرونی) /۴۴۱

ایک شعر (عکس نسخۂ مطبوعہ) /۴۴۲

تبصرہ از مجنوں گورکھپوری/ ۴۴۳

خودنوشت از یگانہ/ ۴۴۵

متن/ ۴۵۳ تا ۵۰۳

آخری صفحہ، نسخۂ مطبوعہ (عکس) /۵۰۴

Scanned with CamScanner

گنجینہ (مطبوعہ)

عکس سرورق، نسخۂ مطبوعہ/۵۰۶

متن/۵۰۷ تا ۵۱۴

غزل/۵۰۷

رباعیات/۵۰۹

گنجینہ (قلمی/ غیر مطبوعہ/ بخطِ یگانہ)

عکس سرورق، بخطِ یگانہ/۵۱۶

متن/۵۱۷ تا ۵۵۷

یگانہ آرٹ (رباعیات)/۵۱۷

غزلیات/۵۴۴

متفرقات/ ۵۵۷

آخری صفحے کا عکس، بخطِ یگانہ/۵۵۸

غیر مدوّن کلام

۱۹۱۴ء تا ۱۹۳۲ء

رباعیات/۵۶۱

متفرقات/۵۶۷

۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء

رباعیات/۵۷۱

غزل/۵۷۴

Scanned with CamScanner

۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء

رباعیات/۵۷۵

متفرقات/۵۷۷

۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۶ء

رباعیات/۵۸۱

متفرقات/۵۹۰

آخری غزل/۵۹۲

آخری مصرع/۵۹۳

باقیات

۵۹۵ تا ۶۱۱

ضمائم

ضمیمہ: ۱۔ غیر مدوّن کلام/۶۱۵

ضمیمہ: ۲۔ باقیات/۶۱۹

فرہنگ

۶۲۹ تا ۶۶۳

حواشی

۶۶۵ تا ۹۵۸

نشترِ یاس/ ۶۶۹

Scanned with CamScanner

آیاتِ وجدانی (طبعِ اوّل)/ ۶۸۸

ترانہ/ ۷۴۶

آیاتِ وجدانی (طبعِ دوم)/ ۷۹۸

آیاتِ وجدانی (طبعِ سوم)/ ۸۲۰

گنجینہ (مطبوعہ)/ ۸۵۱

گنجینہ (قلمی)/ ۸۷۹

غیر مدوّن کلام/ ۹۲۲

باقیات/ ۹۴۳

ضمیمہ: ۱/ ۹۵۱

ضمیمہ: ۲/ ۹۵۵

یگانہ کی تحریروں کے عکس ۹۴۔۳۲۸۔۴۰۴۔۔۴۵۲
۵۹۴۔۶۱۲۔۶۲۸

آغا جان فرزند یگانہ کا خط
بنام مرتّبِ کلّیات ۹۵۹
Scanned with CamScanner

دیباچۂ مرتّب

(۱)

یگانہ☆[1] کا پورا کلام کبھی شائع نہیں ہوا، اور جو مجموعے شائع ہوئے ہیں، اُن سے بھی کسی سلیقے کا اظہار نہیں ہوتا۔ پہلا مجموعہ ''نشترِ یاس'' ۱۹۱۴ء میں چھپا تھا۔ اِس کا بڑا حصّہ شاعر کے ابتدائی اور روایتی کلام پر مشتمل ہے۔ اپنے زمانے میں اِس کی بہت شہرت ہوئی مگر اِس کے مندرجات کی وجہ سے نہیں بلکہ لکھنؤ کے ہم عصر شعرا سے جھگڑے کی بِنا پر۔ رفتہ رفتہ یہ مجموعہ طاقِ نسیاں کی زینت بن گیا۔ یہاں تک کہ خود یگانؔہ نے بھی بعد میں اِسے کچھ خاص اہمیت نہ دی اور اِس کے بہت کم اشعار کو بعد کے مجموعوں میں شامل کرنے کے لائق سمجھا۔ یگانؔہ کا دوسرا اور اہم ترین مجموعہ ''آیاتِ وجدانی'' ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔ یگانہ کی شاعرانہ اہمیت کا دار و مدار بڑی حد تک اِسی مجموعے پر ہے۔ لیکن یہ مجموعہ کچھ اِس طرح شائع ہوا کہ نثر کا پلّہ شاعری سے بھاری ہوگیا۔ یگانہ کے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کے ''محاضرات'' کے سامنے کلامِ یگانہ کی اہمیت ثانوی نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نثر شعروں کی وضاحت کے لیے نہیں لکھی گئی، نثر کی آرائش کے لیے شعر استعمال کیے گئے ہیں۔ اپنی بہترین شاعری سے ایسا سلوک یگانہ ہی کرسکتے تھے!

Scanned with CamScanner

"آیاتِ وجدانی" کی اشاعت کے سات برس بعد ۱۹۳۳ء میں "ترانہ" کی اشاعت عمل میں آئی۔ یہ کتاب عمر خیام کی رباعیات کی طرح جیبی سائز میں شائع ہوئی تھی۔ عام کتابی سائز میں نہ ہونے کی وجہ سے اس کے بہت کم نسخے محفوظ رہ سکے۔ اگلے سال ۱۹۳۴ء میں "آیاتِ وجدانی" کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا۔ اس سے قدرے سلیقے کا اظہار ہوتا تھا کہ سوائے انتساب کے اس میں نثر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ مگر معلوم نہیں، اس پر کیا گزری کہ اس کی اشاعت کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی۔ کسی کتب خانے میں یہ موجود نہیں ہے۔ اگر یگانہ اس کا ایک نسخہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب کو نہ دیتے تو میرے لیے اس سے استفادہ کرنا ناممکن تھا۔

۱۹۴۵ء (دراصل ۱۹۴۶ء) میں "آیاتِ وجدانی" کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کی حالت پہلے ایڈیشن سے بھی زیادہ ابتر تھی۔ یگانہ نے مرزا مراد بیگ (جو طبعِ اول میں "شیرازی" تھے اور طبعِ سوم میں "چغتائی" ہوگئے) کے "محاضرات" کے ساتھ اپنے ایک نہ دو، اکٹھے دس مضامین بھی اس میں شامل کر دیے اور ایسی بدسلیقگی سے کہ انھیں کلام اور "محاضرات" کے درمیان بغیر کسی ترتیب کا خیال رکھے، جزوِ کتاب بنا دیا۔ حد یہ ہے کہ ایک طویل مضمون اس طرح درج کتاب کیا کہ وہ مسلسل بارہ صفحوں کے حاشیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ مزید حیرت اس پر ہوتی ہے کہ سوائے دو مضامین (آپ بیتی اور مکتوب بنام فراق گورکھپوری) کے باقی آٹھ مضامین کا یگانہ کی ذات یا شاعری سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے "مجموعۂ کلام" میں کلام کی اہمیت اُس طرح ثانوی بھی نہیں رہ سکی جس طرح "آیاتِ وجدانی" کے پہلے ایڈیشن میں تھی۔ طبعِ سوم میں یگانہ کا کچھ نیا کلام بھی ہے لیکن اُس کی نشان دہی نہیں کی گئی اور وہ بھی نثر کے جنگل میں گم کردہ راہ مسافروں کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ البتہ یگانہ نے مرزا مراد بیگ چغتائی/شیرازی کے "محاضرات" پر ازسرِ نو محنت کی، بعض مطالب کا اضافہ کیا اور بعض میں ترمیم کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یگانہ اپنے کلام سے زیادہ اپنی نثر کی اشاعت کی فکر میں تھے۔ یہ مجموعہ یگانہ نے اپنی مفلوک الحالی کے زمانے میں خود چھاپا، بہت کم

Scanned with CamScanner

تعداد میں، اور بقول آغا جان، مطبوعہ نسخوں کا بڑا حصّہ حیدرآباد دکن ہی میں جلد ساز کے پاس پڑا رہ گیا۔ یہ مجموعہ بھی زیادہ عام نہ ہو سکا، اور اب اس کا شمار نوادر میں ہوتا ہے۔

۱۹۴۶ء میں یگانہ بمبئی گئے تو اُن کی ملاقات سیّد سجاد ظہیر سے ہوئی۔ اُن کے لیے یگانہ نے اپنے تمام مجموعوں میں شامل کلام کو "گنجینہ" کے نام سے مرتب کر دیا۔ یہ مجموعہ کمیونسٹ پارٹی کے اشاعتی ادارے قومی دارالاشاعت کی شاخ لاہور کی طرف سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کے فوراً بعد تقسیم ہند عمل میں آئی اور بڑے پیمانے پر فسادات شروع ہو گئے۔ اس مجموعے کی محدود تعداد ہی قارئین تک پہنچ سکی، تاہم یہی وہ واحد مجموعہ ہے جس کے نسخے کم کم سہی، دستیاب ہو جاتے ہیں۔ یگانہ اِس مجموعے سے مطمئن نہیں تھے۔ مالک رام کے نام مکتوب مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۵۱ء میں لکھتے ہیں:

> "گنجینہ میں طباعت کی بعض افسوس ناک غلطیاں رہ گئی ہیں اور بعض مقام پر تو معلوم ہوتا ہے کہ پبلشر صاحب نے اشعار پر اصلاح بھی دے دی ہے۔ اور بعض بعض اشعار اپنی خوش ذوقی جتانے کے لیے خارج بھی کر دیے ہیں۔"[۲☆]

"گنجینہ" ہی میں نہیں، اُن نسخوں میں بھی کتابت کی غلطیاں موجود ہیں جو خود یگانہ نے طبع کرائے تھے۔ مختصر یہ کہ کلامِ یگانہ کی طباعت کبھی سلیقے سے نہیں ہوئی اور بعض اتفاقات کی بنا پر اشاعت کا دائرہ بھی محدود رہا۔ نتیجہ یہ ہے کہ شاعر یگانہ بڑی حد تک مکمل طور پر سامنے نہ آ سکا۔

(۲)

کلامِ یگانہ کی یہ ابتری دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ یگانہ کا کلّیات مرتب کر دیا جائے۔ اگر صرف مطبوعہ نسخوں کو یک جا کرنا ہوتا تو یہ کام بہت آسان تھا، لیکن اس میں یہ امر مانع ہوا کہ "گنجینہ" کی اشاعت کے بعد یگانہ تقریباً آٹھ نو برس زندہ

Scanned with CamScanner

رہے، اُس زمانے کا کلام شامل کیے بغیر کلیات مکمل نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلے میں میں نے یگانہ کے بڑے بیٹے آغا جان سے رابطہ کیا تو انھوں نے بتایا کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے، البتہ ان کی بڑی بہن بلند اقبال بیگم کے پاس کچھ بیاضیں ہیں۔ میں ان محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے از راہ شفقت بھرپور تعاون فرمایا۔ اُن کے پاس دو بیاضیں تھیں۔ ایک ۳۵۔۱۹۳۴ء کے زمانے کی تھی اور خط یگانہ تھی۔ دوسری جس میں آخری زمانے کا کلام تھا، خط یگانہ بیاض کی نقل تھی۔ (بقول بلند اقبال بیگم) اصل بیاض بمبئی کے ہاشم اسماعیل کو بھیجی گئی تھی۔ انھوں نے بتایا کہ ان کے پاس تین اور بیاضیں تھیں جو آغا جان لے گئے تھے۔ مذکورہ دونوں بیاضوں کے عکس میں نے حاصل کیے اور آغا جان سے دوبارہ رابطہ کیا۔ انھوں نے بتایا کہ بھائی ابا (یگانہ) کی وفات کے بعد انھوں نے یہ بیاضیں قومی عجائب گھر کراچی میں جمع کرادی تھیں، لہٰذا اب اُن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں قومی عجائب گھر پہنچا، وہاں نہ صرف یہ تینوں بیاضیں مل گئیں بلکہ اور بہت کچھ بھی ملا۔

اس ''اور بہت کچھ'' کی تفصیل یہ ہے۔ جناب ممتاز حسن جو پاکستان کے سکریٹری مالیات تھے، قومی عجائب گھر کی مشاورتی کمیٹی کے چیرمین بھی تھے۔ اس حیثیت میں وہ عجائب گھر کے لیے نوادر کی خریداری کرتے تھے۔ عجائب گھر میں موجود نوادر کا بڑا حصہ انھیں کی کوششوں سے حاصل ہوا ہے۔ یگانہ کے شاگرد دوارکا داس شعلہ سے ممتاز حسن کے مراسم تھے۔ انھیں جب معلوم ہوا کہ شعلہ کے پاس یگانہ کے خطوط اور دیگر کاغذات ہیں تو انھوں نے ۱۹۶۳ء میں یہ سارا ذخیرہ قومی عجائب گھر کے لیے حاصل کرلیا۔ اس ذخیرے میں خاصی تعداد میں یگانہ کے خطوط تھے جن کے ساتھ مختلف کاغذوں پر لکھا ہوا کلام یگانہ (خط یگانہ) بھی تھا۔ یگانہ خطوں کے ساتھ شعلہ کو اپنا کلام بھی بھیجا کرتے تھے۔ اسی ذخیرے سے ''ترانہ'' کا مسودہ بھی دستیاب ہوا۔

اسی دوران مجھے معلوم ہوا کہ ۱۹۵۱ء میں یگانہ نے گنجینہ کو از سر نو مرتب کیا تھا اور اُس کا مسودہ جناب مالک رام کے پاس ہے۔ میں نے اس کا عکس اُن سے

Scanned with CamScanner

منگوایا۔ عکس کے بعض صفحات ناخوانا تھے، اس لیے اصل کو دیکھنا ضروری تھا۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں جب میں دہلی گیا اور مالک رام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے کلامِ یگانہ سے میری دلچسپی کی تفصیلات سن کر ''گنجینہ'' قلمی کا نسخہ یہ کہتے ہوئے میرے حوالے کردیا کہ آپ سے بڑھ کر اِس کا کوئی مستحق نہیں۔ میں تصوّر بھی نہیں کرسکتا کہ کوئی اِس حد تک بھی مہربان ہوسکتا ہے!

''گنجینہ'' قلمی میں یگانہ نے ''آیاتِ وجدانی'' سے لے کر ''گنجینہ'' مطبوعہ تک کے تمام مجموعوں میں شامل کلام ہی کو یک جا نہیں کیا بلکہ ایسا کلام بھی شامل کیا ہے جو اِن مجموعوں سے پہلے کا ہے اور کسی بھی مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا تھا، نیز ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۱ء تک جو کچھ کہا تھا، وہ بھی اِس میں شامل کرلیا۔ یہی نہیں، اُنھوں نے بعض جگہ کلام میں ترامیم بھی کی ہیں اور متعدد غزلوں کے اشعار کی ترتیب میں بھی تبدیلی کی ہے۔ ''گنجینہ'' قلمی یگانہ کے کلام کا اہم ترین مجموعہ ہے۔ جتنا کلام اِس میں شامل ہے، اُتنا کسی دوسرے مجموعے میں نہیں ملتا۔

اتنا بہت کچھ مل جانے کے بعد بھی میرا دستِ طلب دراز ہی رہا۔ جوینده یابندہ کے مصداق دو اور اہم مآخذ تک میری رسائی ہوئی۔ ایک تو ''خود نوشتِ یاس'' ہے اور دوسرا ''کجکول۔'' یگانہ کے ایک دوست تھے سیّد ضیغم حسین جو تھانہ بھون کے رئیس تھے۔ حیدرآباد دکن جانے سے کچھ عرصہ پہلے یگانہ تھانہ بھون گئے اور اپنے دوست کے ساتھ رہے۔ وہاں سے اُنھیں اچانک اور فوری طور پر رخصت ہونا پڑا۔ اپنی کچھ کتابیں اور کاغذات وہ اپنے دوست ہی کے ہاں چھوڑ گئے۔ اور پھر یہ چیزیں کبھی واپس نہ لیں۔ سیّد ضیغم حسین کے نواسے سیّد احمد زیدی نے خودنوشت کا کچھ حصہ اپنی طالب علمی کے زمانے میں علی گڑھ میگزین کے شمارہ بابت ۶۱-۱۹۵۹ء میں چھپوا دیا تھا۔ مکمل مسودہ کچھ دنوں پروفیسر آلِ احمد سرور کی تحویل میں رہا جن سے لے کر راہی معصوم رضا نے اپنی کتاب ''یاس یگانہ چنگیزی'' میں اِس سے استفادہ کیا تھا۔ میں ایک عرصے تک اِس خودنوشت کی تلاش میں رہا۔ میری گزارش پر میرے غائبانہ کرم فرما

مولانا نور الحسن راشد کاندھلہ سے تھانہ بھون جاکر سید شمیم حسین کے صاحب زادے سید حامد حسین سے ملے۔ یگانہ کے مسودات اور دیگر کاغذات کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کا بڑا حصہ مکان میں آگ لگ جانے سے ضائع ہو گیا، جو کچھ بچا تھا وہ سید احمد زیدی (مکمل نام: سید احمد صغیر زیدی) کی تحویل میں ہے اور وہ رائے بریلی میں رہتے ہیں۔ اُن کا پتا یا فون نمبر کچھ نہ ملا۔ اب میں نے اپنے فاضل دوست ڈاکٹر اصغر عباس (صدر شعبۂ اردو، مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ) کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ انھوں نے کسی نہ کسی طرح سید احمد زیدی صاحب کا سراغ لگا کر اُن سے ''خودنوشت یاس'' ہی کا نہیں ''بجگول'' کا بھی عکس حاصل کیا۔ ''بجگول'' کے بارے میں مجھے پہلے سے کوئی علم نہیں تھا۔ یہ ایک بیاض ہے جس میں یگانہ نے علمی و ادبی نکات، لطائف، پسندیدہ اردو فارسی اشعار وغیرہ لکھے ہیں۔ اس بیاض کا زمانۂ تحریر ۱۸۔ ۱۹۱۶ء ہے۔ خودنوشت اور بجگول دونوں میں یگانہ کا کلام بھی ہے۔ خودنوشت کے حصول کا ذکر میں نے اتنی تفصیل سے اس لیے کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے، کلامِ یگانہ کے مآخذ کے حصول میں مجھے کس حد تک اپنے کرم فرماؤں کا تعاون حاصل رہا۔

کلامِ یگانہ کا ایک اہم ماخذ ادبی رسائل بھی ہیں۔ یگانہ اپنے دور کے شعرا میں رسائل میں سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر تھے۔ شاید ہی کوئی قابلِ ذکر ادبی رسالہ ہوگا جس میں اُن کا کلام یا مضامین نہ چھپتے ہوں بلکہ وہ بعض ایسے رسائل میں بھی تسلسل سے چھپتے رہے ہیں جن کے ناموں سے آج کوئی واقف نہیں ہے۔ جب بعض رسائل میں یگانہ کا ایسا کلام نظر آیا جو اُن کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے تو میں نے طے کیا کہ یگانہ کی زندگی میں شائع ہونے والے تمام ادبی رسائل کو دیکھا جائے۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی سے لے کر پانچویں دہائی تک کے جو ادبی رسائل دست یاب ہو سکے، میں نے دیکھے۔ یہ رسائل ڈیڑھ سو سے کم کیا ہوں اور ان کے جو شمارے میری نظر سے گزرے وہ تقریباً چار ہزار تھے۔ افسوس کہ برصغیر کے کتب خانوں میں دو چار سے زیادہ ادبی رسائل کی مکمل جلدیں موجود نہیں ہیں۔ مختلف

Scanned with CamScanner

شمارے مختلف مقامات کے ذخیروں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے میں تمام کتب خانوں سے استفادہ نہیں کرسکتا تھا، لیکن پاکستان کی حد تک میں نے امکان بھر کوشش کی۔ ہندوستان کے کتب خانوں سے بھی بعض کرم فرماؤں کے ذریعے استفادہ کیا۔ یگانہ پر کام کرنے کے لیے دو رسالے ماہنامہ ”خیال“ ہاپوڑ و میرٹھ اور ماہنامہ ”نظارہ“ میرٹھ سے استفادہ کرنا بے حد ضروری تھا۔ کسی کتب خانے میں ان کی مکمل جلدیں موجود نہیں اور بیشتر کتب خانوں میں ایک شمارہ بھی نہیں۔ کراچی، لاہور، گوجرانوالہ، علی گڑھ، دہلی اور لکھنؤ کے بعض ذاتی اور عوامی کتب خانوں میں ان رسالوں کے متفرق شمارے بکھرے ہوئے ہیں۔ میں نے ان دونوں رسالوں کے متفرق شماروں کے عکس مختلف ذخیروں سے ریزہ ریزہ جمع کیے اور اب میرے پاس ان دونوں کی مکمل جلدیں ہیں۔

رسالوں سے نہ صرف یگانہ کا غیر مدوّن کلام ملا بلکہ کلام کا زمانۂ تصنیف متعین کرنے میں بھی مدد ملی۔ ضمنی فائدہ یہ ہوا کہ یگانہ کے درجنوں علمی و ادبی مضامین دست یاب ہوئے۔ رسالوں سے استفادہ کرنے کے سلسلے میں مجھے اپنے مرحوم دوست سیّد سعید احمد کا بے مثال تعاون حاصل رہا۔ اتنے بہت سے رسالوں کی ورق گردانی کرنا مجھ اکیلے کے بس کی بات نہیں تھی۔ مرحوم اکثر میری گزارش پر بہاولپور سے (جہاں وہ ایک کالج میں فارسی کے استاد تھے) کراچی آجاتے اور ہفتوں میرے ساتھ مختلف کتب خانوں میں پرانے رسالوں کی ورق گردانی کرتے۔ میں اُن کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

یہاں میں نے کلامِ یگانہ کے مآخذ کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، مفصّل تذکرہ ”مآخذ“ کے عنوان کے تحت اگلے صفحات میں ملے گا۔

زیرِ نظر کلیات میں یگانہ کا سارا کلام ہے مگر بعض شعر مجبوراً شامل نہیں کیے۔ یہ وہ شعر ہیں جن سے اہلِ مذہب یا کسی خاص مذہبی فرقے یا کسی ایک خطّے کے باشندوں کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہے یا بعض شخصیات کے حوالے سے فحاشی کی حدود

کو چھولیا گیا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں یگانہ کی اِسی ''مستانہ روی'' کا خوف ناک نتیجہ سامنے آیا تھا۔ ایسے اشعار (جن کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے) یگانہ کے دامنِ سخن پر ایک بدنما دھبّے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے نقلِ کفر کو بھی کفر ہی سمجھا ہے اور متنازع اشعار کلّیات میں شامل نہیں کیے۔ ہاں میں نے یہ احتیاط کی ہے کہ کسی غزل کا کوئی شعر یا کوئی رباعی حذف کی ہے تو حواشی میں صراحت کردی ہے کہ ''بوجوہ'' ایسا کیا گیا۔

(۳)

اب جب کہ اتنا کچھ جمع ہوگیا تو سوال پیدا ہوا کہ کلّیات کو کس طرح مرتب کیا جائے۔ ایک انداز تو وہ ہے جو خود یگانہ نے گنجینہ مطبوعہ و قلمی میں اختیار کیا ہے کہ سارے کلام کو دو حصّوں میں تقسیم کردیا ہے۔ غزلیات الگ ہیں اور رباعیات الگ۔ اس میں یہ قباحت ہے کہ مجموعوں کی انفرادیت ختم ہوجاتی ہے اور تاریخی ترتیب بھی برقرار نہیں رہتی۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ تمام مجموعے جس ترتیب سے چھپے ہیں، اُسی ترتیب سے کلّیات میں شامل کیے جائیں اور شروع میں تمام غزلیات و رباعیات کی ردیف وار فہرستیں دے دی جائیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ کلام اُسی ترتیب سے سامنے آئے گا جس ترتیب سے (بڑی حد تک) لکھا گیا اور پھر مجموعوں کی صورت میں شائع ہوا۔

اب مکررات کا مسئلہ پیدا۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل میں کچھ کلام ''نشترِ یاس'' کا بھی شامل ہے۔ اور بعد کے مجموعوں میں ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل کا کم و بیش سارا کلام، اضافوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اگر کلّیات میں تمام مجموعے بہ تمام و کمال شامل کیے جاتے تو کلام کا بڑا حصّہ مجموعوں میں مشترک ہوتا اور یہ بات مضحکہ خیز ہوتی کہ ہر غزل یا رباعی کلّیات میں پانچ سے سات مرتبہ تک موجود ہو۔ اِس کا حل میں نے یہ نکالا کہ ''نشترِ یاس'' کو تو کلّیات میں مکمل طور پر شامل کیا ہے، ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل میں ''نشترِ یاس'' کے جو شعر یا غزلیں شامل تھیں، اُنھیں حذف کردیا ہے۔ متعلقہ مقامات پر اِس کی صراحت کردی ہے اور حواشی میں بھی حوالہ

دے دیا ہے۔ یگانہ نے صرف ''گنجینہ'' مطبوعہ و قلمی میں غزلوں اور رباعیوں پر نمبر شمار درج کیے ہیں۔ میں نے تمام مجموعوں کے مندرجات کے نمبر شمار اُن کی ترتیب کے مطابق فرض کرلیے ہیں۔ یہی نمبر ہر غزل یا رباعی کے شروع میں درج کیے ہیں اور حواشی میں جہاں کہیں بھی اِن نمبروں کا حوالہ دیا ہے، بقیدِ صفحہ دیا ہے تاکہ جن قارئین کے پاس اصل مجموعہ ہائے کلام ہوں، اُنھیں متعلقہ تخلیق کے شمار کرنے میں آسانی ہو۔ اِن نمبر شمار کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر مجموعے میں شامل تخلیقات کی تعداد معلوم ہوجاتی ہے۔

''آیاتِ وجدانی'' طبع دوم اور اُس کے بعد کے تمام مجموعوں میں ایسا کلام بہت زیادہ ہے جو پہلے کے مجموعوں میں آچکا ہے، اِس لیے اِن مجموعوں کے متون میں خارج شدہ تخلیقات کی فرداً فرداً نشان دہی نہیں کی گئی۔ نمبر شمار ہی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کون کون سی تخلیقات سابقہ مجموعوں آچکی ہیں۔ البتہ حواشی میں اِن تخلیقات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مثلاً ''آیاتِ وجدانی'' طبع دوم میں غزل:ا کے بعد غزل: ۲۳ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیانی ۲۱ غزلیں ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل یا ''نشترِ یاس'' میں میں شامل ہیں۔ تفصیل حواشی سے معلوم ہوگی کہ کون سی غزل مذکورہ دونوں مجموعوں میں سے کس میں شامل ہے۔ اگر کسی غزل کے چند شعر کسی سابقہ مجموعے میں آچکے ہیں تو بعد کے مجموعے میں صرف وہی اشعار شامل کیے گئے ہیں جو سابقہ مجموعے میں نہیں تھے۔ حواشی میں تفصیل درج کردی گئی ہے۔ اِس طریقِ کار کے نتیجے میں ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل کے بعد کے مجموعوں میں کلام بتدریج کم ہوتا گیا ہے، یہاں تک کہ ''گنجینہ'' مطبوعہ میں صرف ایک غزل اور ۲۳ رباعیات باقی رہ جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجموعے میں صرف وہی تخلیقات باقی رہ جاتی ہیں جو سابقہ مجموعوں میں نہیں ملتیں۔

حواشی ہر مجموعے کے صفحات کے حوالے سے لکھے گئے ہیں، لہٰذا اِن سے تمام مجموعوں کے مندرجات کی تفصیل معلوم ہوجاتی ہے۔ اگر کوئی قاری یہ جاننا چاہے کہ

ہر مجموعے میں کون کون سی تخلیقات کس ترتیب سے شامل ہیں تو حواشی مندرجات کی مکمل فہرست کا کام دیتے ہیں۔ ''گنجینہ'' مطبوعہ کے بعد کلّیات میں ''گنجینہ'' قلمی ہے۔ اس میں شامل ایسی تخلیقات خاصی تعداد میں ہیں جو اِس سے پہلے کے کسی مجموعے میں نہیں ملتیں۔ اس اعتبار سے یہ یگاؔنہ کا ''نیا کلام'' ہے اور مجموعے کی صورت میں پہلی مرتبہ زیرِ نظر کلّیات ہی کے ذریعے منظرِ عام پر آ رہا ہے۔

کلّیات دس حصّوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی سات حصّوں میں تو مجموعہ ہائے کلام ہیں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، باقی تین حصّے یہ ہیں:

۱۔ غیر مدوّن کلام

۲۔ باقیات

۳۔ ضمائم

''غیر مدوّن کلام'' کے عنوان کے تحت وہ کلام جمع کیا گیا ہے جو یگاؔنہ کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے اور شاعر کی بیاضوں اور ادبی رسالوں سے دست یاب ہوا ہے۔ اِس کے دو حصّے ہیں۔ ایک حصّے میں رباعیات ہیں اور دوسرے میں دیگر کلام۔ رباعیات کا حصّہ سنہ وار مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں بھی چار ذیلی حصّے ہیں جو اِن ادوار میں منقسم ہیں۔

۱۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۲ء تک

۲۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۵ء تک

۳۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء تک

۴۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۶ء تک

جن رباعیات کے انفرادی طور پر حتمی سنینِ تصنیف مل گئے ہیں، وہ ہر رباعی کے آخر میں درج کردیے گئے ہیں۔ مذکورہ چاروں حصوں میں رباعیوں کی اندرونی ترتیب ردیف وار ہے۔ مگر دیگر کلام میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا کیوں کہ اس قسم کا کلام مقدار میں بہت کم ہے اور یہ جس ترتیب سے دست یاب ہوا، اُسی ترتیب سے کلّیات

Scanned with CamScanner

میں شامل کرلیا گیا۔

''باقیات'' کے تحت غزلوں کے وہ متفرق اشعار ہیں جو بیاضوں اور رسالوں میں تو ملتے ہیں لیکن متعلقہ غزلوں کو مجموعوں میں شامل کرتے وقت خارج کر دیے گئے تھے۔ گویا یہ شاعر کے رد کردہ اشعار ہیں، لیکن اس سلسلے میں یگانہ کا کوئی اصول نہیں، اُنھوں نے متعدد رد کردہ شعروں کو دوبارہ قبول بھی کیا ہے اور اُنھیں اپنے مجموعوں میں شامل کیا ہے۔ اس لیے میں نے بھی ان شعروں کو محفوظ کرنا مناسب سمجھا۔

کلّیات کی ترتیب کا کام مکمل ہو جانے کے بعد بھی مجھے کچھ ایسا کلام ملا جسے ''غیر مدوّن کلام'' کے تحت یا ''باقیات'' میں شامل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ایسا کرنا ممکن نہ تھا کیوں کہ حواشی میں چلیپائی حوالوں کی کثرت کی وجہ سے حواشی کے نمبروں میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا، خاصا پیچیدہ کام تھا۔ اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ نو دست یاب کلام کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ لہٰذا میں نے اسے کلّیات کے آخر میں دو ضمیموں کی صورت میں شامل کر دیا۔ پہلا ''غیر مدوّن کلام'' اور دوسرا ''باقیات''۔

(۴)

یگانہ کے مجموعوں میں شامل دیباچے، تعارفی تحریریں اور انتسابات وغیرہ بھی میں نے کلّیات میں، شامل کیے ہیں مگر کچھ تحریریں ایسی ہیں جنھیں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ''نشترِ یاس'' میں ''ماہیتِ شاعری'' کے عنوان سے ایک مضمون بھی شامل ہے جس کا کتاب سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ اِسے یگانہ کے مضامین کے زیرِ ترتیب مجموعے میں شامل کیا جائے گا۔

۲۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل میں مرزا مراد بیگ شیرازی کے ''محاضرات'' اگرچہ بہت دلچسپ ہیں، لیکن طوالت کی بنا پر ایک علاحدہ تصنیف کا درجہ رکھتے ہیں۔ کلّیات میں اُن کی شمولیت ضخامت میں غیر ضروری اضافے کا باعث ہوتی۔

۳۔ یہی ''محاضرات'' ''آیاتِ وجدانی'' طبع سوم میں بھی ترامیم اور اضافوں

Scanned with CamScanner

کے ساتھ شامل ہیں۔ یہی نہیں، یگانہ نے اپنے متعدد ایسے مضامین بھی اس میں شامل کردیے ہیں جن کو کسی شعری مجموعے میں شامل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ میں نے یہ تمام مضامین مع ''محاضرات'' کلّیات میں شامل نہیں کیے۔

کلّیات میں جو نثر پارے شامل کیے ہیں، اُن میں سے مندرجہ ذیل تین یگانہ کے حالاتِ زندگی سے متعلق ہیں:

۱۔ مرزا واجد حسین یاس۔ دیباچہ ''نشترِ یاس'' از حامد علی خان

۲۔ دیباچہ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل از میرزا مراد بیگ شیرازی

۳۔ میرزا یگانہ چنگیزی۔ خود نوشت حالات۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ سوم

ان تینوں تحریروں میں بیشتر مطالب مشترک ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حامد علی خاں کو یگانہ نے اپنے حالات خود فراہم کیے تھے اور باقی دونوں تحریریں یگانہ کی نوشتہ ہیں۔ تکرارِ مطالب ایسی نہیں ہے کہ طبعِ قاری پر گراں گزرے بلکہ یہ جاننے میں آسانی ہوتی ہے کہ یگانہ اپنے بارے میں کن امور کے بیان کو اہمیت دیتے تھے۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل کے دیباچے کے کچھ حصّے میں نے حذف کیے ہیں کہ اِن میں یگانہ نے اپنا موازنہ بعض ایسی شخصیات سے کیا ہے، جو ایک خاص نقطۂ نظر سے انتہائی قابلِ اعتراض سمجھا جائے گا۔ میں کلّیات میں کوئی ایسی تحریر شامل نہیں کرنا چاہتا جس سے قارئین کا کوئی طبقہ مشتعل ہو۔

اگرچہ کلّیات میں حالاتِ یگانہ سے متعلق تین تحریریں شامل ہیں، مگر اِن میں صرف خاندانی شجرے ہیں اور ابتدائی زندگی کی کچھ تفصیلات ہیں۔ لکھنؤ سے نکلنے کے بعد کے حالات بالکل نہیں ملتے۔ میں نے اس کمی کو ایک مختصر سوانحی خاکے سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یگانہ کی شاعری کے بارے میں میں نے کہیں اظہارِ خیال نہیں کیا۔ شاعری کی تنقید ایک الگ موضوع ہے اور تدوینِ متن سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ اِس سلسلے میں میں جناب رشید حسن خان کا پیرو ہوں کہ کسی متن کے مرتب کو صرف صحتِ متن پر توجہ دینی چاہیے، تنقیدی رائے دینا اُس کے فرائض میں شامل نہیں۔

Scanned with CamScanner

(۵)

یگانہ نے اپنے کلام میں اصلاح کا عمل مسلسل جاری رکھا۔ کہیں کوئی ایک لفظ یا چند الفاظ تبدیل کیے ہیں، کہیں پورا مصرع بدل دیا ہے اور کہیں دو شعروں کے دو مصرعے قلم زد کر کے باقی دو مصرعوں سے ایک نیا شعر بنالیا ہے۔ یہ بھی کیا ہے کہ غزلوں کے اشعار کی ترتیب بدل دی ہے۔ اس صورتِ حال میں یہ سوال سامنے آیا کہ کلّیات میں کلام کا متن اصل مجموعے کے مطابق ہو یا بعد کی تبدیلیوں کے مطابق۔ میں نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا کہ ''گنجینہ'' قلمی کو کلام یگانہ کا بنیادی متن قرار دیا جائے، کیوں کہ کسی مصنف کا نظرِ ثانی شدہ متن ہی آخری اور مستند متن ہوتا ہے اور یہی منشائے مصنف کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ ''گنجینہ'' قلمی میں مصنف کا آخری مرتبہ نظرثانی کیا ہوا متن ہے۔ اِس لیے اِسی کو بنیادی متن سمجھنا چاہیے۔ کلّیات میں شامل تمام وہ کلام جو ''گنجینہ'' قلمی میں ملتا ہے، وہ اِسی مجموعے کے مطابق ہے۔ یہاں تک کہ غزلوں کے اشعار کی ترتیب بھی اِسی مجموعے کے مطابق رکھی گئی ہے۔ بعض غزلوں کے اشعار کی ترتیب اصل مجموعوں کے مطابق ہے اور ایسا کرنا ناگزیر تھا۔ اس کا سبب حواشی میں بتا دیا ہے۔ حواشی میں تمام اصلاحوں، ترمیموں اور اضافوں وغیرہ کی تفصیل بھی دے دی ہے۔ وہ غزلیں اور رباعیاں جو ''گنجینہ'' قلمی میں نہیں ہیں، اُن کا آخری متن جس مجموعے میں ملتا ہے، اُسی کے مطابق اُنھیں کلّیات میں درج کیا ہے۔

''گنجینہ'' قلمی کی ترتیب کا کام یگانہ نے ۱۱/اپریل ۱۹۵۱ء کو ختم کیا تھا۔ اِس کے بعد بھی اُنھوں نے کہیں کہیں اپنے کلام میں ترمیم کی ہے۔ اِس کی مثالیں مذکورہ تاریخ کے بعد کے خطوط میں ملتی ہیں نیز ''گنجینہ'' مطبوعہ کے نسخۂ رضوی (تفصیل کے لیے رک: مآخذ) میں بھی یگانہ نے اپنی وفات سے صرف پچاس روز پہلے ۱۵/ دسمبر ۱۹۵۵ء کو نظرثانی کی تھی۔ میں نے ۱۱/اپریل ۱۹۵۱ء کے بعد کی ترمیموں کو مصنف کے آخری متن کو سامنے رکھنے کے اصول کے تحت، کلّیات میں جگہ دی ہے۔

Scanned with CamScanner

(۶)

اب چند باتیں حواشی کے بارے میں:

کلیات میں تمام حصّوں کے حواشی الگ الگ لکھے گئے ہیں۔ سب سے پہلے نمبر شمار درج کیا ہے اور پھر متعلقہ مجموعے کا صفحہ نمبر۔ اس کے بعد ''مآخذ'' کے عنوان کے تحت اُن تمام مآخذ کی فہرست بقیدِ صفحہ دی ہے جن میں یہ تخلیق ملتی ہے۔ اس فہرست میں پہلے یگانہ کی تصانیف ہیں، پھر دیگر کتابیں اور رسالے۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ کس ماخذ میں زیرِ بحث تخلیق مکمل طور پر شامل ہے اور کسی میں جزواً۔ اگر کسی غزل کے صرف چند اشعار کسی مجموعے میں شامل ہیں تو جو شامل نہیں کیے گئے، اُن کی نشان دہی کی ہے۔ اِس مقصد کے لیے زیرِ نظر کلیات ہی کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ رسائل کا حوالہ دیتے ہوئے اِس کا خیال رکھا گیا ہے کہ صرف اُنھیں کا حوالہ دیا جائے جن میں متعلقہ تخلیق کا متن قدرے مختلف ہے یا اِن رسائل میں اشاعت سے متعلقہ تخلیق کے زمانۂ تصنیف کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ اگر کسی رسالے میں کسی تخلیق کا متن وہی ہے جو کسی مجموعے میں ملتا ہے اور زمانۂ تصنیف کے تعیّن میں بھی کوئی مدد نہیں ملتی تو ایسے تمام رسالوں کو نظرانداز کردیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو حواشی غیرضروری حوالوں سے گراں بار ہوجاتے۔

''نشترِ یاس'' میں ایسی غزلیں بھی شامل ہیں جن میں یگانہ کے بعض اساتذہ نے اصلاحیں دی تھیں۔ جن اصلاحوں کا مختلف ذرائع سے علم ہوا ہے، اُن کی تفصیل ''اصلاحِ استاذ'' کے عنوان کے تحت درج کردی گئی ہے۔ لیکن بعد کے مجموعوں میں خود یگانہ نے خاصی ترمیمیں کی ہیں، ایسی تمام ترمیموں کی تفصیل ''اختلافِ نسخ'' کے تحت دی گئی ہے۔ اِس طرح ایک نظر میں معلوم ہوجاتا ہے کہ شاعر نے مختلف اوقات میں اپنے کلام میں کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں۔

تقریباً سبھی مجموعہ ہائے کلام میں کتابت کی غلطیاں موجود ہیں۔ اِن سب غلطیوں کی نشان دہی حواشی میں ''س۔ ک'' (سہوِ کتابت) کے عنوان کے تحت کی گئی ہے۔

Scanned with CamScanner

حواشی میں آخری عنوان ''زمانہ تصنیف'' ہے جس کے تحت تخلیقات کا زمانہ تصنیف متعین کیا گیا ہے۔ یگانہ کی بیشتر غزلیں مشاعروں کی طرح میں ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ یگانہ کی بہترین غزلیں بھی طرحی ہیں۔ ایک دو بیاضوں میں یگانہ نے متعدد غزلوں کے ساتھ یہ صراحت کردی ہے کہ یہ کب اور کس مشاعرے کے لیے لکھی گئیں لیکن بیشتر غزلوں کے بارے میں اس قسم کی کوئی صراحت نہیں کی گئی۔ اس لیے میں نے ان کا زمانۂ تصنیف دیگر ذرائع سے متعین کیا ہے۔ مثلاً کوئی ''تازہ'' غزل کسی خط کے ساتھ بھیجی گئی یا یگانہ کی کسی تحریر میں کسی غزل کے لکھنے کا حوالہ آگیا تو اُس سے زمانہ متعین کرنے میں مدد ملی ہے۔ لیکن اِس سلسلے میں سب سے زیادہ فائدہ میں نے رسائل سے اُٹھایا ہے۔ جیسا کہ اوپر کہیں عرض کیا جاچکا ہے کہ یگانہ رسائل میں اپنے زمانے کے سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر تھے اور کلام کی فوری اشاعت کے خواہاں ہوتے تھے۔ یگانہ کی یہ عادت کلام کا زمانۂ تصنیف متعین کرنے میں خاصی معاون ثابت ہوئی ہے۔ لیکن اس طریقِ کار کے نتیجے کو حتمی نہیں سمجھنا چاہیے، کسی حد تک قیاسی ہی کہنا چاہیے۔ لیکن یہ بات حتمی ہے کہ کسی رسالے میں شائع شدہ کلام، اُس رسالے کی تاریخِ اشاعت کے بعد کا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بات تعینِ زمانہ کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

جن غزلوں کے سنینِ تصنیف معلوم ہوئے وہ اُن کے آخر میں درج کردیے گئے ہیں، لیکن جن غزلوں کے ساتھ ایسے سنین نہیں ہیں، اُن کے زمانۂ تصنیف کا تعین کرنا مشکل نہیں ہے۔ مثلاً ''نشترِ یاس'' میں ۱۹۱۳ء تک کا کلام ہے اور ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل میں ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۶ء تک کا۔ ''ترانہ'' کی بیشتر رباعیاں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک کے دوران لکھی گئی ہیں۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ دوم میں ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۳ء تک کا ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ سوم میں ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک کا اور ''گنجینہ'' مطبوعہ میں ۱۹۴۶ـ۴۷ء کا کلام ہے۔ یہاں ''کلام'' سے مراد صرف وہ کلام ہے جو کسی مجموعے میں پہلی بار شامل کیا گیا ہو۔ زیرِ نظر کلیات میں ہر مجموعے میں ایسا ''کلام'' ہی شامل کیا

گیا ہے۔ ''گنجینہ'' قلمی پر یہ اصول منطبق نہیں ہوتا کیوں کہ اِس میں شامل متعدد رباعیات ایسی بھی ہیں جو زمانہ تصنیف کے اعتبار سے ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل یا طبع دوم میں شامل ہونی چاہیے تھیں۔

(۷)

کسی ہم عصر شاعر کے کلام کے ساتھ فرہنگ شائع کرنا عجیب سی بات ہے کیوں کہ غزل کی لفظیات تو روزمرہ گفتگو کا حصہ بن چکی ہے اور شاذ ہی کوئی شاعر کوئی ایسا لفظ استعمال کرتا ہے جس کے معنی جاننے کے لیے لغت دیکھنے کی ضرورت پڑے۔ مگر یگانؔہ کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ اُس نے اپنے لکھنوی حریفوں کو اپنی زبان دانی سے مرعوب کرنے کے لیے ایسے الفاظ اور محاورے استعمال کیے ہیں جن کے مفاہیم سے لکھنؔؤ کے عوام تو کیا خواص بھی کم کم ہی واقف تھے۔ اگرچہ زبان دانی کا یہ رویّہ یگانہ کی نثر میں زیادہ ظاہر ہوا ہے تاہم نظم بھی اِس سے خالی نہیں ہے۔ الفاظ کے ساتھ محاوروں کے استعمال کا شوق بھی یگانؔہ کو جنون کی حد تک تھا۔ بعض اوقات تو وہ رباعی کے چار مصرعوں میں چار سے زیادہ محاورے استعمال کرجاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے قاری کو یگانؔہ کا کلام پڑھتے ہوئے کہیں کہیں اُلجھن محسوس ہوتی ہے۔ میں اپنی اس بات کی وضاحت کے لیے ایک مثال دینا چاہوں گا۔ ایک رباعی ہے:

آندھی اُٹھ کر پہاڑ کے دامن سے
ہاتھی کو اُڑا لے گئی کجلی بن سے
اب کون سی طاقت کرے پامال اُس کو
پٹاتا پھرے جو اپنے ہلکے پن سے

تین مصرعوں میں یگانہ نے جو بات کہی ہے، چوتھے مصرعے تک پہنچتے پہنچتے مبہم سی ہوجاتی ہے۔ اس کا سبب لفظ ''پٹاتا'' ہے جو آج کے قاری کے لیے بڑی حد تک اجنبی ہے۔ اور شاید آتش کے بعد یگانہ ہی نے اِسے استعمال کیا ہے۔☆[۳] جب تک قاری کو اس لفظ کے معنی معلوم نہیں ہوں گے تو وہ کیسے جان سکے گا کہ یگانہ نے کیسی

خوب صورت بات کہی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ روزمرّہ زبان میں اِس لفظ کا متبادل نہیں ہے۔ دراصل یگانہ نے زبان دانی کی مہارت ظاہر کرنے کے لیے سامنے کے ایک لفظ کے مقابلے پر ایک اجنبی لفظ کے استعمال کو فوقیت دی ہے۔ یگانہ چاہتے تو چوتھا مصرع اس طرح بھی لکھ سکتے تھے:

شرمندہ رہے جو اپنے ہلکے پن سے

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ کلّیات میں فرہنگ بھی شامل کی جائے۔ لیکن ذرا محدود پیمانے پر۔ میں نے غزل کی مخصوص اور مروّج لفظیات اور تلمیحات کو فرہنگ میں شامل نہیں کیا کہ اِن سے شاعری کا مطالعہ کرنے والے عام طور پر واقف ہیں۔ صرف وہی الفاظ و محاورات شامل کیے ہیں جو آج کے قارئین کے لیے کسی حد تک اجنبی ہیں۔ معانی کے اندراج کے سِلسلے میں یہ طریقِ کار اختیار کیا ہے کہ کثیر المعانی الفاظ کے تمام معانی نہیں لکھے، صرف وہی معانی فرہنگ میں درج کیے ہیں جو مطلوب و مرادِ شاعر ہیں۔

میں نے پہلے تو کلّیات کے تمام الفاظ و محاورات جمع کیے اور پھر اِن کا انتخاب کیا اور متعدد مستند لغات سے استفادہ کرکے معانی لکھے۔ فرہنگ کا مسودہ میں نے اردو کے ممتاز محقق اور زبان دان جناب رشید حسن خان کی خدمت میں رہنمائی کے لیے ارسال کیا۔ اُنھوں نے فرہنگ کے الفاظ میں مزید کمی کی اور میرے تحریر کردہ معانی کو اغلاط سے پاک کیا۔ یہی نہیں، جن الفاظ کے معانی مجھے لغات میں نہیں ملے تھے، خان صاحب نے اُن کے معانی متعیّن کیے۔ یہی وجہ ہے کہ فرہنگ میں متعدد مقامات پر خان صاحب کے حوالے سے اور اُنھیں کے الفاظ میں معانی درج کیے گئے ہیں۔ یہ تمام نکات اُن خطوط سے ماخوذ ہیں جو اِس فرہنگ کے سلسلے میں خان صاحب نے میرے نام لکھے۔ موصوف نے جس توجہ سے فرہنگ کی تیاری میں میری مدد کی، اُس کے لیے میں اُن کا بے حد شکر گزار ہوں۔

اشاعت سے پہلے یہ فرہنگ جناب محمد سلیم الرحمٰن کی نظر سے بھی گزری ہے۔

Scanned with CamScanner

اُنھوں نے اس سلسلے میں مفید مشوروں سے نوازا۔

فرہنگ کے بارے میں بعض ضروری امور، فرہنگ کے شروع میں درج کیے جارہے ہیں۔

(۸)

جب تدوینِ متن کا کام میں نے مکمل کرلیا تو مناسب سمجھا کہ یہ کام اشاعت سے پہلے، اُن اہلِ نظر کی نظر سے بھی گزر جائے جو اِس قسم کے کاموں کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے پورے متن کی دو نقلیں تیار کیں اور مظفر علی سیّد مرحوم اور جناب شان الحق حقی کی خدمت میں پیش کیں۔ ان دونوں کرم فرماؤں نے نہایت توجہ کے ساتھ متن کو دیکھا اور متعدد ایسے مقامات کی نشان دہی کی جہاں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی تھی۔ افسوس کہ اب مظفر علی سیّد ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ اُنھیں کلّیات کی اشاعت کا شدید انتظار تھا۔ کاش یہ کتاب اُن کی زندگی میں چھپ سکتی!

(۹)

کلّیات کی تدوین کے سلسلے میں جن کرم فرماؤں نے میری مدد کی، اُن میں سے بعض کا ذکر اوپر کی سطروں میں آچکا ہے لیکن: ''طبع حسرتؔ نے اُٹھایا ہے ہر استاد سے فیض'' کے مصداق میرے کرم فرماؤں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ سرِ فہرست ڈاکٹر نیّر مسعود صاحب (لکھنؤ) کا نام ہے۔ اُنھوں نے نہ صرف یہ کہ ''آیاتِ وجدانی'' طبع دوم کے واحد معلومہ نسخے کا عکس عنایت کیا بلکہ یگانہ سے متعلق کچھ نوادر سے بھی نوازا۔ میں نے جب بھی یگانہ سے متعلق کسی مسئلے پر اُنھیں خط لکھا، اُنھوں نے فوراً جواب دیا۔ کاش اُن کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا جاسکتا!

ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ) نے بعض مشکلات کے حل میں اور یگانہ کی بعض تحریروں کے حصول میں میری مدد کی۔ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی مرحوم (لاہور) نے یگانہ کی بعض نادر تصانیف ہی عنایت نہیں کیں بلکہ ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل کے وہ پریس پروف بھی مرحمت فرمائے جو یگانہ کی نظر سے گزرے تھے اور جن پر یگانہ کے

Scanned with CamScanner

قلم سے تصحیحات ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی واحد مثال ہے کہ کسی کتاب کے پریس پروف اور وہ بھی پتھر کے چھاپے والے پریس کے پروف تقریباً پون صدی تک محفوظ رہ گئے ہوں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل سے ''آیاتِ وجدانی'' کا تیسرا ایڈیشن ملا۔ سیّد اطہر حسین رضوی (ابنِ زیبا ردولوی مرحوم) نے ''گنجینہ'' مطبوعہ کے اُس نسخے سے استفادے کا موقع دیا جو خود یگانہ نے اُن کے عمِ محترم سیّد باقر حسنین رضوی کو پیش کیا تھا اور جس میں متعدد مقامات پر بقلمِ یگانہ تصحیحات و ترمیمات ہیں۔

پرانے رسالوں میں شائع شدہ یگانہ کی تحریروں کے حاصل کرنے میں سیّد انصار ناصری مرحوم، حکیم سیّد ظل الرحمٰن (علی گڑھ)، ڈاکٹر اصغر عباس (علی گڑھ)، ڈاکٹر انور معظم (حیدرآباد دکن)، ڈاکٹر گوہر نوشاہی (اسلام آباد)، رفاقت علی شاہد (لاہور)، ضیاء اللہ کھوکھر (گجرانوالہ) نے میری بے حد مدد کی۔ کھوکھر صاحب نے سیکڑوں صفحات کے فوٹو اسٹیٹ عنایت کیے اور ''حسابِ دوستاں در دل'' پر عمل کرتے ہوئے مجھے شرمندہ کیا۔ اس سلسلے میں ذوالفقار مصطفٰی صاحب (کراچی) کا بے مثال تعاون بھی مجھے حاصل رہا۔ خدا جانے وہ ایسے پرانے رسالے کہاں کہاں سے ڈھونڈ کر لاتے تھے جن میں یگانہ کا کلام ہوتا۔

کلیات کے متن کی کمپوزنگ عزیزی جعفر رضا کے ذوق و شوق کا نتیجہ ہے۔ اُنھوں نے سمندروں کے سفر کی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود جس توجہ سے یہ کام انجام دیا، اُسے میں اپنے بزرگ دوست اور کرم فرما ڈاکٹر سہیل بخاری مرحوم کی کرم فرمائیوں کا تسلسل سمجھتا ہوں کہ جعفر رضا اُنھیں کے فرزند ہیں۔ کلّیات میں کلام کے علاوہ جو کچھ ہے، اُس کی کمپوزنگ اور پھر طباعت مبین مرزا صاحب کی نگرانی میں ہوئی، اُن کا شکریہ کیا ادا کروں کہ اس قسم کی نیکیاں اُن کا روزمرّہ کا معمول ہیں۔

پروف ریڈنگ میں نے خود کی ہے۔ حتی الامکان کوشش کی ہے کہ غلطیاں نہ رہیں۔ جو دو چار غلطیاں میری گرفت میں نہ آئیں، وہ رفیق احمد نقش صاحب کی دور رس نظروں سے نہ بچ سکیں۔ اِس کے لیے میں اُن کا شکر گزار ہوں۔

Scanned with CamScanner

امروہہ اور کراچی کی تاریخوں کے فاضل مصنف احمد حسین صدیقی کی کمپیوٹر میں مہارت میرے بہت کام آئی۔ کلّیات کے ہر حصّے میں کتابوں کے سرورق کے اور یگانہ کی تحریروں کے جتنے بھی عکس ہیں، اُن کے داغ دھبّے صدیقی صاحب ہی کی مہارت سے دُور ہوئے ہیں۔ سرورق پر یگانہ کی تصویر وہی ہے جو ''گنجینہ'' مطبوعہ میں شامل ہے۔ یہ تصویر علی سردار جعفری نے ۱۹۴۶ء میں کمیونسٹ پارٹی بمبئی کے دفتر میں چھاجد نامی فوٹوگرافر سے کھنچوائی تھی۔ یگانہ کی یہ واحد تصویر ہے جس میں چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ملتے ہیں۔ ''گنجینہ'' میں تصویر خاصی دھندلی تھی۔ صدیقی صاحب نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے یگانہ کے اصل خدوخال واضح کیے ہیں۔ سیاہ و سفید تصویر کو رنگین بنا دینا بھی صدیقی صاحب ہی کا کمال ہے۔

اپنے کرم فرما اور یگانہ کے قدردان و قدر شناس سعید محمود صاحب کا بھی شکریہ واجب ہے کہ اُنھوں نے اس کلّیات کی اشاعت میں اتنی دلچسپی لی کہ گزشتہ چار پانچ برسوں میں شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا گزرا ہو کہ اُنھوں نے بوقتِ ملاقات یا فون کرکے یہ نہ پوچھا ہو کہ یگانہ صاحب کا کیا حال ہے۔ ان کے اس سوال سے پریشان ہوکر میں کوئی نہ کوئی عذر لنگ پیش کردیتا تھا تاہم کام کی رفتار قدرے تیز ہوجاتی تھی، اور یہ اُن کا ایسا کرم ہے جس کی اُنھیں خود بھی خبر نہیں۔

آمنہ کا شکریہ کیا ادا کروں کہ وہ تو میرے ہر کام میں شریکِ غالب ہوتی ہیں۔ کلّیات کا متن تیار کرنے میں مختلف مآخذ سے استفادے کا کام اُنھیں کی مدد سے تکمیل کو پہنچا۔

اور آخر میں ایک اہم بات جو مجھے شروع ہی میں عرض کرنی چاہیے تھی لیکن جی چاہا کہ خاتمۂ کلام اِسی پر ہو۔ یگانہ سے میری دلچسپی کا سبب میرے دو اساتذہ ہیں۔ کالج میں ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی اور کالج سے باہر جناب خلیق ابراہیم خلیق نے میرے ادبی ذوق کی تربیت کی۔ یگانہ کے بارے میں اِن دونوں کی فکر انگیز گفتگوؤں نے مجھے اِس منفرد شاعر سے دلچسپی لینے کا راستہ دکھایا۔ کلّیات کی تدوین کے اِس کام کو انھیں

Scanned with CamScanner

دونوں کا فیضان سمجھنا چاہیے۔

مشفق خواجہ

۳۔ ڈی، ۹/ ۲۶

ناظم آباد۔ کراچی

یکم ستمبر ۲۰۰۲ء

حواشی

۱۔ یاسؔ ۲۱۔۱۹۲۰ء میں یاسؔ یگانہ ہوئے اور پھر صرف یگانؔہ رہ گئے۔ اصولاً تو جس دور کا تذکرہ ہو، اُس کے مطابق تخلص استعمال کرنا چاہیے۔ مگر میں نے یکسانیت کے خیال سے اپنی تحریروں میں صرف یگانہ لکھا ہے۔ اُس دور کے حالات بیان کرتے ہوئے بھی جب وہ یگانہ نہیں تھے۔ (مرتب)

۲۔ رسالہ ''نقوش'' لاہور، مکاتیب نمبر جلد دوم، شمارہ: ۶۵۔ ۶۶۔ نومبر ۱۹۵۷ء، ص۱۰۷

۳۔ صنوبر سے جو کرتا قد کشی تو

نہ گڑ جاتا تو پیتایا تو ہوتا (آتشؔ)

مآخذ

متنِ کلّیات کی تدوین اور حواشی و سوانحِ یگانہ لکھنے میں بڑے پیمانے پر کتابوں اور رسالوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے اِن مآخذ کی کوئی علاحدہ فہرست مرتب نہیں کی گئی، جہاں کسی ماخذ سے استفادہ کیا ہے، وہیں حوالہ دے دیا ہے۔ تاہم تصانیف و مرتباتِ یگانہ کی مفصّل فہرست مرتّب کی گئی ہے کیونکہ تدوینِ کلام کے سلسلے میں یہی بنیادی مآخذ ہیں۔ یہ فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس فہرست کی موجودگی میں سوانحی حصے میں تصانیفِ یگانہ کی الگ فہرست دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ گویا زیرِ نظر فہرست کو سوانحِ یگانہ ہی کا حصہ سمجھنا چاہیے۔

مطبوعہ مجموعے

نشترِ یاس:

یہ پہلا مطبوعہ مجموعۂ کلام ہے جو اپریل ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا تھا، جب یاسؔ ''مرزا واجد حسین یاسؔ عظیم آبادی، ساکنِ حال لکھنؤ'' تھے اور ''آیاتِ وجدانی'' کے ''میرزا یگانہ لکھنوی'' بننے میں پورے ۱۳ برس باقی تھے۔ یاسؔ نے یہ مجموعہ نور المطابع لکھنؤ سے خود چھپوایا تھا اور خود ہی فروخت کرتے تھے۔ سرورق پر ''حصہ اوّل'' لکھا ہے،

Scanned with CamScanner

لیکن حصہ دوم کبھی شائع نہیں ہوا۔

یہ ۲۳×۱۴½ س م سائز کے ۶۰ (۲۰+۲۰+۲۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیشتر کلام یاسؔ کی آمدِ لکھنؤ (۱۹۰۵ء) کے بعد کا ہے۔ صرف تین غزلیں ابتدائی مشق کے زمانے کی ہیں (شمار: ۲۳، ۲۷، ۲۸)۔ ان پر ''فکرِ قدیم'' لکھا ہے۔ بیشتر غزلیں طرحی ہیں اور بعض اساتذہ (سوداؔ، آتشؔ، غالبؔ، شہیدیؔ، داغؔ اور جلالؔ) کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس مجموعے کے مشمولات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ اساتذۂ لکھنؤ کی رائیں۔	بلا نمبر شمار چار صفحات۔
۲۔ غلط نامہ	اساتذہ کی رایوں کے آخر میں کچھ جگہ بچ گئی تھی، اس میں کتاب کی چند غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ (زیرِ نظر کلیات میں غلط نامے کے مطابق تصحیح کر دی گئی ہے)
۳۔ مرزا واجد حسین یاسؔ	دیباچہ از حامد علی خاں بیرسٹر ایٹ لا، صفحہ الف تا واؤ۔
۴۔ ماہیتِ شاعری	مقالہ از یاسؔ صفحہ ز تا ح
۵۔ نوٹ	صفحہ ح۔ اس میں یاسؔ نے اپنے فضائل بیان کر کے لکھا ہے کہ انھیں اہلِ زبان تسلیم کیا جائے۔
۶۔ غزلیات	ص ۱ تا ۳۷ (تعدادِ غزلیات: ۵۲۔ تعدادِ اشعار: ۵۶۲)
۷۔ متفرقات	ص ۳۷۔ متفرق غزلوں کے اشعار (تعداد: ۸)
۸۔ رباعیات	ص ۳۸ تا ۴۰ (تعداد: ۱۲)
۹۔ سہرا	ص ۴۰ (تعدادِ اشعار: ۱۱)
۱۰۔ نذر	عقبی سرورق۔ انتساب بنام نواب محمد حامد علی خان، والیِ رام پور۔

''ماہیتِ شاعری'' تنقیدی مقالہ ہے جس میں مولانا حالیؔ کے مقدمہ شعر و شاعری سے وسیع استفادہ کیا گیا ہے۔ اس مقالے اور غلط نامے کے سوا باقی تمام

مشمولات زیرِ نظر کلّیات میں شامل ہیں۔

''نشترِ یاس'' کی ایک منفرد اور دلچسپ خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں اکثر اشعار پر صاد بنائے گئے ہیں۔ کسی پر ایک، کسی پر دو اور کسی پر تین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کو اپنا کوئی شعر کس حد تک پسند ہے۔ کلّیات میں یہ صاد اصل کے مطابق باقی رکھے گئے ہیں۔

آیاتِ وجدانی (طبعِ اوّل):

یہ دوسرا مجموعۂ کلام ہے جو ۱۹۲۷ء میں شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور کی فرمایش پر مطبعِ کریمی لاہور میں میر قدرت اللہ کے زیرِ اہتمام طبع ہوا۔ طباعت کا کام لازماً مارچ کے مہینے تک مکمل ہوچکا تھا کیونکہ لاہور کے دو رسالوں ''نیرنگِ خیال'' اور ''بہارستان'' کے اپریل ۱۹۲۷ء کے شماروں میں اِس کی اشاعت کی خبر شائع ہوئی ہے۔

یہ ۱/۲ ۲۰ × ۱۲، س م سائز کے ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اِس کے شروع میں (ص ۵ تا ص ۳۳) دیباچہ ہے جس کے آخر میں ''میرزا مراد بیگ شیرازی'' کا نام درج ہے جو دراصل یگانہ خود ہیں۔ اِس کے بعد غزلیات ہیں جن کے ساتھ میرزا مراد بیگ شیرازی کے ''محاضرات'' ہیں جن میں کہیں کسی شعر کی شرح کی ہے، کہیں کسی شعر کے محاسن بیان کیے ہیں اور جگہ جگہ یگانہ کی مبالغہ آمیز تعریف کی گئی ہے۔ آخر میں ''متفرقات'' کے تحت کچھ مختلف اشعار ہیں جو محاضرات کے بغیر ہیں۔

اِس کے مندرجات کی تفصیل یہ ہے:

اردو کلام:

۱۔ غزلیات (تعداد: ۶۴۔ تعداد اشعار: ۷۱۵)

۲۔ رباعی (ایک عدد)

۳۔ مثلّث (ایک عدد۔ تعداد بند: ۶)

۴۔ قطعہ (فخریہ۔ ۷ شعر)

۵۔ متفرق اشعار (تعداد: ۲۹)

فارسی کلام:

۱۔ غزلیات (تعداد: ۷۔ تعدادِ اشعار: ۷۲)

۲۔ رباعی (ایک عدد)

۳۔ نظم (ترانۂ شقشقیہ۔ تعدادِ اشعار: ۱۰)

اِس فہرست میں وہ کلام شامل نہیں جو ''نشترِ یاس'' سے لیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے رک: حواشی نشترِ یاس۔

ترانہ:

یگانہ کا تیسرا مجموعۂ کلام جو صرف رباعیات پر مشتمل ہے۔ جیبی سائز (۱۳×۱/۲ ۱۰، س م) کے ۲۱۰ صفحات ہیں اور رباعیاں تعداد میں ۲۰۵ ہیں۔ ان میں سے ۱۵ رباعیاں فارسی میں ہیں۔ آخری ۳۱ رباعیاں (شمار: ۱۷۵ تا ۲۰۵) عنوان ''مزاحیہ'' کے تحت ہیں۔ (بعد کے مجموعوں میں شامل کرتے وقت ان رباعیوں کو ''مزاحیہ'' قرار نہیں دیا گیا۔ انھیں سنجیدہ کلام کا درجہ دیا گیا ہے)۔ شروع میں ''مغالطہ'' کے عنوان سے چار صفحوں کا مختصر دیباچہ بھی ہے۔

آیاتِ وجدانی (طبع دوم):

آیاتِ وجدانی کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۴ء میں دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی سے ۱۹۳۴ء میں طبع ہوا تھا۔ یہ ۱۸×۱۲، س م سائز کے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایڈیشن ''محاضرات'' کے بغیر ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ چند سطری انتساب کے سوا، اِس میں نثر بالکل نہیں ہے۔ اِس میں کم و بیش وہ سارا کلام موجود ہے جو ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اول میں ہے۔ مندرجۂ ذیل کلام سابقہ مجموعوں سے زائد ہے:

۱۔ مثلث	ایک عدد (چار بند)
۲۔ اردو غزلیں	۱۱ عدد (۱۱۲ شعر)
۳۔ فارسی غزلیں	۴ عدد (۳۴ شعر)
۴۔ فرد، فارسی	ایک عدد

Scanned with CamScanner

۵۔ نعت، اردو ایک عدد (۶ بند)

۶۔ رباعیات، اردو ۱۸ عدد

۷۔ فرد، اردو ایک عدد

آیاتِ وجدانی (طبعِ سوم):

''آیاتِ وجدانی'' کا تیسرا ایڈیشن ''آیاتِ وجدانی (جدید)'' کے نام سے حیدرآباد اسٹیم پریس، حیدرآباد (دکن) میں طبع ہوا تھا۔ اِس پر سالِ طباعت ۱۹۴۵ء درج ہے لیکن طباعت کا کام اگست ۱۹۴۶ء میں مکمل ہوا تھا۔ دوارکا داس شعلہ کے نام مکتوب مورخہ یکم اگست ۱۹۴۶ء میں یگانہ لکھتے ہیں:

میں آیاتِ وجدانی کی طباعت کی دُھن میں ہوں۔ طباعت کا کام قریب ختم آپہنچا۔ اب جلد سازی کا انتظام کرنا ہے۔☆[۱]

یگانہ نے اِس مجموعے کا جو دستخطی نسخہ پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیب کو پیش کیا تھا، اُس پر ۲۸/ اگست ۱۹۴۶ء کی تاریخ درج ہے۔☆[۲] اِس سے ثابت ہے کہ یہ مجموعہ اگست ۱۹۴۶ء میں جلد بندی کے مرحلے سے گزر کر شائع ہوا تھا۔

یہ ۱۷×۱۲، س م سائز کے ۴۰۴ (۲+۴۰۰+۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر یگانہ نے اپنے نام سے پہلے ''امام الغزل'' کا خود ساختہ خطاب لکھا ہے۔ سرورق پر ہی یہ بھی درج ہے: ''مع محاضرات از میرزا مراد بیگ چغتائی''۔ (یہ ''میرزا صاحب'' آیاتِ وجدانی، طبعِ اوّل کے سرورق پر ''چغتائی'' کی بجائے ''شیرازی'' تھے)۔ طبعِ اوّل و ثالث کے ''محاضرات'' کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن میں بہت سی ترمیمیں اور اضافے کیے گئے ہیں۔ کلام اور محاضرات کے علاوہ اِس میں مندرجۂ ذیل تحریریں بھی ہیں:

۱۔ تبصرہ از مجنوں گورکھپوری، ص ۱ و ۲

۲۔ میرزا یگانہ چنگیزی: (آپ بیتی)، ص ۳ تا ۹

۳۔ یگانہ آرٹ۔ مضمون از میرزا مراد بیگ چغتائی، ص ۱۰ تا ۴۲

Scanned with CamScanner

۴۔ آرٹ و مذہب۔ مضمون از یگانہ، ص ۶۱ تا ۶۹

۵۔ شعرائے حال میں یگانہ کا درجہ۔ مکتوبِ یگانہ بنام فراق گورکھپوری، ص۱۸۹ تا ۲۶۴

۶۔ جگر کی شاعری، جاپانی مال۔ مضمون از یگانہ، برحاشیہ ص۲۲۵ تا ص ۲۳۵

۷۔ اک نوجوان ترقی پسند کے مضمون کا جواب۔ از یگانہ، ص۲۸۲ تا ص۲۸۶

۸۔ ادبِ خبیث (۱)، مضمون از یگانہ، ص۲۸۷ تا ۳۰۶

۹۔ ادبِ خبیث (۲)، مضمون از یگانہ، ص ۳۰۶ تا ص ۳۱۹

۱۰۔ زیٹ زپٹ۔ مضمون از یگانہ، ص ۳۲۰ تا ص ۳۲۸

۱۱۔ دخترانِ حوا کا کورس۔ مضمون از یگانہ، ص ۳۲۹ تا ص۳۵۱

اِن گیارہ تحریروں میں سے صرف ابتدائی دو ایسی ہیں جن کو مجموعۂ کلام میں شامل کیا جاسکتا تھا، ورنہ باقی تمام تحریریں کسی الگ مجموعے میں ہوتیں تو بہتر تھا۔ ''محاضرات'' نیز مذکورہ تحریروں کی وجہ سے کلامِ یگانہ کی اہمیت ثانوی ہوگئی ہے اور کتاب کا بڑا حصہ اِنھیں غیر ضروری متفرقات کی نذر ہوگیا ہے۔

طبعِ سوم میں وہ سارا کلام ہے جو طبعِ دوم میں موجود ہے۔ زائد کلام کی تفصیل یہ ہے:

۱۔غزلیات	۳۷ (۴۲۶ شعر)
۲۔متفرق اشعار	۴
۳۔ رباعیات	۸
۴۔منظومات	۲

طبعِ سوم میں فارسی کا کوئی نیا شعر شامل نہیں ہے۔

گنجینہ:

یہ ۲/۱ ۲۱ × ۲/۱ ۱۳، س م سائز کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اِس میں آیاتِ وجدانی کی تینوں طباعتوں میں شامل کلام کے علاوہ ''ترانہ'' کی تمام رباعیات بھی شامل ہیں۔ اِن تمام مجموعوں میں شامل کلام سے زائد جو کلام ''گنجینہ'' میں شامل ہے، اُس کی

Scanned with CamScanner

تفصیل یہ ہے:

غزل ایک (۱۳ شعر)

رباعیات ۲۳

یہ مجموعہ قومی دارالاشاعت (وائی ایم سی اے بلڈنگ، دی مال) لاہور سے شائع ہوا تھا۔ پرنٹ لائن یہ ہے: "کواپریٹو پرنٹنگ پریس، وطن بلڈنگ لاہور میں چھپی اور محمد کلیم اللہ[☆۳] پرنٹر و پبلشر نے پروگریسو بک کلب لاہور سے شائع کیا۔"

یہ مجموعہ یگانہ نے قیام بمبئی کے دوران مرتب کیا تھا جب وہ ذوالفقار علی بخاری (آل انڈیا ریڈیو، بمبئی) کے مہمان تھے اور انھیں کے مکان پر قیام پذیر تھے۔[☆۴] دوارکا داس شعلہ کے نام یگانہ کے خطوں سے یگانہ کے قیامِ بمبئی کا زمانہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ حیدرآباد دکن سے ۱۳؍ جون ۱۹۴۶ء کے خط میں یگانہ لکھتے ہیں:

> "میں جلد سے جلد لکھنؤ پہنچنا چاہتا ہوں اور بخاری [ذوالفقار علی] نے ابھی ایک مہینہ ہوا کوئی آٹھ سو روپے دلوا کر (جس میں ایک معقول حصہ بمبئی ہی میں خرچ ہوگیا، حالات ہی ایسے ہوتے گئے) لکھنؤ پہنچنے کا انتظام کردیا ہے مگر میں ابھی حیدرآباد میں اٹکا ہوں۔"[☆۵]

۱۳؍ جون سے ایک ماہ پہلے یعنی مئی کے وسط میں یگانہ بمبئی میں تھے۔ شعلہ کے نام یکم اپریل ۱۹۴۶ء کا خط حیدرآباد سے لکھا گیا ہے۔[☆۶] اس کا مطلب یہ ہے کہ یکم اپریل ۱۹۴۶ء کے بعد کسی وقت یگانہ بمبئی گئے اور ۱۳؍ جون ۱۹۴۶ء سے پہلے واپس حیدرآباد آگئے۔ اسی دوران انھوں نے "گنجینہ" مرتب کرکے اور اشاعت کے لیے سجاد ظہیر کو دی۔ اُس زمانے میں کمیونسٹ پارٹی کے اشاعتی ادارے قومی دارالاشاعت کی شاخ لاہور کی طرف سے اردو کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ "گنجینہ" کا مسودہ لاہور بھیجا گیا۔ اس کی کتابت اور طباعت میں خاصا وقت صرف ہوا ہوگا۔ اس لیے گمانِ غالب ہے کہ یہ مجموعہ ۱۹۴۷ء کے شروع میں شائع ہوا ہوگا۔ اس کی تصدیق

Scanned with CamScanner

عبدالرؤف ملک کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو قیامِ پاکستان کے بعد قومی دارالاشاعت لاہور کے مہتمم تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۷ء کے اوائل میں مذکورہ ادارے [قومی دارالاشاعت] نے کئی اہم کتابیں شائع کیں جن میں یگانہ کی 'گنجینہ' اور جوش کی 'رامش و رنگ' شامل ہیں''۔☆۷

''رامش و رنگ'' پر سالِ طباعت ۱۹۴۵ء درج ہے۔ یہ بمبئی سے چھپی تھی کیونکہ اُس وقت تک قومی دارالاشاعت کی کتابوں کو لاہور سے چھاپنے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ ''گنجینہ'' کی طباعت ۱۹۴۷ء کے اوائل ہی میں ممکن ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اس کی طباعت کا سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اُس وقت تک قومی دارالاشاعت لاہور کی اشاعتی سرگرمیاں معطّل ہوچکی تھیں۔☆۸

اس مجموعے کی طباعت سے یگانہ خوش نہیں تھے کیونکہ اس میں کتابت کی غلطیاں بہت تھیں۔ (رک: نوٹ بر گنجینہ قلمی، اقتباسِ مکتوبِ یگانہ بنام مالک رام)

گنجینہ (مطبوعہ، نسخۂ رضوی):

''گنجینہ'' مطبوعہ کا ایک دستخطی نسخہ یگانہ نے سیّد باقر حسنین رضوی (برادر زیبا ردولوی) کو دیا تھا۔ اس میں یگانہ نے اپنے قلم سے نہ صرف کتابت کی غلطیاں درست کی ہیں بلکہ بعض جگہ ترامیم بھی کی ہیں۔ اس کے پہلے صفحے پر ۱۵ر دسمبر ۱۹۵۵ء کی تاریخ ہے اور آخری صفحے پر ۱۸ر دسمبر ۱۹۵۵ء کی۔ گویا تصحیح و ترمیم کا کام تین دنوں میں انجام دیا گیا۔ تدوینِ کلّیات میں اس نسخے کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

قلمی مجموعے

ترانہ:

یہ مجموعہ یگانہ نے دوارکا داس شعلہ کو دیا تھا جو اب قومی عجائب گھر کراچی میں ہے۔ اس کا داخلہ نمبر این ایم ۱۹۶۳ء ۲۱۹ ہے۔ سائز ۲۰×۱۶، س م۔ اوراق ۱۰۲۔

Scanned with CamScanner

(مصنف نے خود اس پر صفحات نمبر درج کیے ہیں جو صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۰۴ تک ہیں۔)

ص۲۰۴ پر شعلہ نے لکھا ہے: ''میرزا نے ۱۹۲۶ء میں یہ مسودہ مجھے بھیجا تھا'' راقم الحروف نے اپنی کتاب ''جائزہ، مخطوطات اردو'' (جلد اوّل، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص۷۷۵) میں اِس بیان کی بنا پر ہی ترانہ (قلمی) کو ۱۹۲۶ء کا مکتوبہ خیال کیا تھا، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اِس میں شامل رباعیات کی بڑی تعداد ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل کی طباعت (۱۹۲۷ء) کے بعد کی ہے اور زیادہ تر ۱۹۳۱ء کی تصنیف ہیں۔ گمانِ غالب ہے کہ یگانہ نے یہ مسودہ طباعت کے لیے تیار کیا ہوگا، لیکن نظر ثانی کے بعد دوسرے مسودے سے طباعت ہوئی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ زیرِ نظر قلمی نسخے اور مطبوعہ نسخے میں خاصا اختلاف ہے۔ مثلاً کئی رباعیاں ایسی ہیں جو ایک میں موجود ہیں اور دوسرے میں نہیں۔ بعض رباعیوں کے متن میں ترمیم کی گئی ہے۔ رباعیوں پر کچھ حواشی قلمی نسخے میں اور کچھ مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ اِن تمام اختلافات کی تفصیل کلیات کے حواشی میں دی گئی ہے۔

گنجینہ:

یہ مجموعہ ۱/۲ ۱۹ × ۱/۲ ۱۶، س م سائز کے ۱۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ نیلگوں، لکیردار جو اسکولوں کی کاپیوں میں استعمال ہوتا ہے۔ سرورق پر یگانہ نے یہ عبارت (جس کا عکس زیرِ نظر کلیات میں ص۵۱۶ پر موجود ہے) بڑے اہتمام سے لکھی ہے:

گنجینہ

امام الغزل

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

اسے گنجینہ مطبوعہ کے انداز پر مرتب کیا گیا ہے، غزلیات الگ ہیں اور رباعیات الگ۔ فرق یہ ہے کہ مطبوعہ میں غزلیات پہلے ہیں اور رباعیات بعد میں۔ قلمی میں اس کے برعکس۔ تمام صفحات نمبر پنسل سے درج کیے گئے ہیں۔ ص ۱ سے ص۱۰ تک

Scanned with CamScanner

رباعیات کی فہرست ہے جس میں ہر رباعی کا تیسرا اور چوتھا مصرع درج کیا گیا ہے۔ ان کے شروع میں نمبر شمار ہیں اور آخر میں صفحہ نمبر۔ یہ فہرست مکمل نہیں ہے اور رباعی ۱۸۰ پر ختم ہوجاتی ہے جب کہ مجموعے میں کل ۲۷۵ رباعیاں ہیں۔ (متن میں ہر رباعی پر نمبر شمار بھی درج ہے)۔ رباعیات ص ۶۵ پر ختم ہوجاتی ہیں۔ ص ۶۶ خالی تھا جس پر بعد میں دوارکا داس شعلہؔ کے قلم سے ایک رباعی (ہوگا کوئی شریف عالی گوہر) درج کی گئی ہے۔ (یہ نسخہ شعلہؔ نے مالک رام سے مستعار لے کر دیکھا تھا)۔ رباعیات کی ترتیب ردیف وار نہیں ہے۔

ص ۶۷ سے غزلوں کی فہرست شروع ہوتی ہے۔ غزلوں کی ترتیب بڑی حد تک ردیف وار ہے لیکن صرف حرفِ آخر کی پابندی کی گئی ہے۔ تاہم بعض غزلیں اس ترتیب کے خلاف بھی شامل ہیں۔ ص ۱۶۶ پر ''متفرقات'' کے عنوان کے تحت متفرق اشعار ہیں اور آخر میں ''غزل یک قافیہ''۔ اسی صفحے پر دائیں حاشیے میں صفحے کی چوڑان میں یگانہؔ کے دستخط، تاریخ اور پتا درج ہے:

''میرزا یگانہؔ چنگیزی۔ ۱۱/اپریل ۱۹۵۱ء۔ سلطان بہادر روڈ، منصور نگر، لکھنؤ۔''

(اس صفحے کا عکس زیرِ نظر کلیات میں ص ۵۵۸ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)

اِس مسودے کی ایک سے زائد مرتبہ جلد سازی ہوچکی ہے۔ آخری جلد سازی میں ہر ورق پر پشتے کی جانب سفید کاغذ کی پٹی لگائی گئی ہے۔ اب تمام اوراق منتشر ہیں۔ شیرازہ بندی بھی ختم ہوچکی ہے۔ لہٰذا انھیں ترتیب وار پلاسٹک کے شفاف (Transparent) لفافوں میں رکھ دیا گیا ہے۔

اِس مجموعے میں آیاتِ وجدانی کے تینوں ایڈیشنوں، ترانہ اور گنجینہ مطبوعہ کا تقریباً سارا کلام شامل ہے۔ اس کے علاوہ بھی نیا اور پرانا خاصا کلام ہے جو یگانہؔ کے کسی سابقہ مطبوعہ مجموعے میں نہیں ہے۔ نئے کلام سے مراد وہ کلام ہے جو گنجینہ کی اشاعت (۱۹۴۷ء) کے بعد کا ہے۔ اس سارے زائد کلام کی تفصیل یہ ہے:

رباعیات : ۹۷

غزلیات : ۹ (تعداد اشعار: ۱۰۵)

متفرق اشعار : ۱۱

غزلِ یک قافیہ : ۸ شعر

یہ نسخہ مالک رام کی فرمائش پر مرتب کیا گیا تھا۔ مالک رام لکھتے ہیں:

''میرے پاس آیاتِ وجدانی کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ میں نے یگانہ کو لکھا کہ اگر کہیں سے ایک جلد مل سکے تو بھجوا دیجیے۔ خدا معلوم اُن کے جی میں کیا آئی، اُنھوں نے پورا کلّیات جس میں آیاتِ وجدانی اور ترانہ (رباعیات) کے بعد کا کلام بھی تھا، اپنے ہاتھ سے نقل کرکے بھیج دیا۔''☆۹

یگانہ ۱۰ر فروری ۱۹۵۱ء کے خط بنام مالک رام میں لکھتے ہیں:

''میں چاہتا ہوں آپ کی آخری فرمائش پہلے پوری کر دوں، یعنی گنجینہ (مجموعۂ رباعیات و غزلیات) کی ایک نقل (جو چھپے ہوئے نسخے سے بہت کچھ تازگی و صحت میں بہتر ہوگی) آپ کو بھیج دوں تاکہ آپ کسی وقت اُس کی طباعت و اشاعت کا انتظام کرسکیں تو کرلیں۔ اِس قلمی نسخے میں بعض ایسی غزلیں اور رباعیاں بھی ہوں گی جو مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں۔ گنجینہ میں طباعت کی بعض افسوس ناک غلطیاں رہ گئی ہیں اور بعض مقام پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پبلشرِ صاحب نے اشعار پر اصلاح بھی دے دی ہے اور بعض اشعار اپنی خوش ذوقی جتانے کے لیے خارج بھی کردیے ہیں۔''☆۱۰

مالک رام نے، جیسا کہ دیباچے میں عرض کیا گیا، یہ قلمی نسخہ مجھے عنایت فرمادیا۔ اور اِس طرح یگانہ کی یہ توقع کہ مالک رام اِس نسخے کی طباعت و اشاعت کا انتظام کردیں گے، زیرِنظر کلّیات کی صورت میں پوری ہوگئی۔

بیاضیں

گنجول:

اس کا اصل قلمی نسخہ جو فل اسکیپ سائز (۱/۲ ۱۸x۲۶، س م) کے ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے، جناب احمد صغیر زیدی (رائے بریلی) کی ملکیت ہے اور عکس میرے پاس ہے۔ صفحات پر نمبر شمار درج ہیں جو ص ۱ سے ص ۱۰۷ تک ہیں، آخری صفحہ سادہ ہے، اس لیے اس پر نمبر شمار درج نہیں۔ شروع میں ایک ورق الگ سے لگایا ہے، اس کے پہلے صفحے پر یہ عبارت ہے:

گنجول

مرزا واجد حسین یاسؔ، لکھنؤ جھوائی ٹولہ

۸ر ستمبر ۱۹۱۶ء

یہ تاریخ آغاز بیاض کی ہے۔ اندرونی صفحات پر ۱۵ر دسمبر ۱۹۱۶ء (ص ۸۴) اور ۱۶ر جولائی ۱۹۱۸ء (ص ۱۰۰) کی تاریخیں بھی ملتی ہیں جن سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس بیاض کا زمانۂ تحریر ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک پھیلا ہوا ہے۔

اس بیاض میں اردو فارسی کے پسندیدہ اشعار، نکاتِ علمیہ، لطائفِ شعرا اور بعض اہم شخصیات سے متعلق خاص خاص واقعات درج کیے گئے ہیں۔ اسی ضمن میں یگانہؔ نے متعدد مقامات پر اپنے شعر بھی لکھے ہیں۔ اس قسم کی بیاضیں گزشتہ صدی کے اوائل تک عام تھیں، اہلِ ذوق اپنے پسندیدہ اشعار اور اہم واقعات سے متعلق یادداشتیں ان بیاضوں میں محفوظ کرلیا کرتے تھے۔

بیاض: ۱

یگانہؔ کی یہ بیاض قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷ء ۱۰۳۔ سائز ۱/۲ ۱۰x ۷ س م۔ اوراق ۷۰۔ یہ اردو کتابوں کی روش پر نہیں بلکہ انگریزی اور ہندی کتابوں کی طرح لکھی ہوئی ہے۔ یعنی مندرجات کا

Scanned with CamScanner

تسلسل بائیں سے دائیں جانب ہے۔ اسی حساب سے اوراق نمبر بھی درج ہیں۔ اس میں ''نشترِ یاس'' کی اشاعت کے بعد کا کلام ہے جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۲ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس بیاض کی خاص اہمیت یہ ہے کہ تقریباً ہر غزل کے ساتھ یہ صراحت کی گئی ہے کہ یہ کس مشاعرے کے لیے اور کب لکھی گئی تھی۔ چوں کہ مشاعروں میں لازماً طرح میں کہی گئی غزلیں پڑھی جاتی تھیں، اس لیے اس بیاض میں درج بیشتر غزلوں کی تاریخ ہائے تصنیف معلوم ہوجاتی ہیں۔

ورق ۱ سے پہلے ایک ورق الگ سے لگایا گیا ہے، اس کے رُخ الف پر یہ اندراج:

یگانہ لکھنوی

مرزا یاس لکھنوی

لکھنؤ شاہ گنج

بخطِ یگانہ موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آغازِ بیاض کے وقت دوسری اور تیسری سطریں لکھی گئی تھیں، جب یاس نے یگانہ تخلص اختیار کیا تو اُس وقت پہلی سطر اضافہ کی گئی۔ اسی صفحے پر یگانہ کے بیٹے آغا جان کے دستخط بھی ہیں۔ اُنھوں نے اپنا نام اور تاریخ اِس طرح لکھی ہے: ''آغا جان ابن یگانہ، مورخہ ۶ رمئی ۱۹۵۷ء''۔ یہ وہ تاریخ ہے جب یہ بیاض قومی عجائب گھر کراچی میں داخل کی گئی۔

اس بیاض میں غزلوں کے ساتھ رباعیاں بھی خاصی تعداد میں ہیں۔ حواشی سے تمام مندرجات کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔

بیاض: ۲

مملوکۂ بلند اقبال بیگم بنت یگانہ۔ سائز ۱/۲ ۱۰×۷ س م۔ اوراق ۱۰۹۔ ورق ۸۴ ب کے بعد اوراق سادہ ہیں۔ درمیان میں بھی کچھ ورق سادہ ہیں۔ اور کئی مقامات سے ورق کم بھی ہیں۔ جو ورق نکالے گئے ہیں، پشتے کی طرف اُن کے کچھ حصے اب بھی باقی ہیں۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ سادہ اوراق تھے جنھیں الگ کیا گیا۔ اس بیاض

Scanned with CamScanner

میں ایسے مندرجات بھی ہیں جن سے یگانہ کی زندگی کے بعض گوشوں پر روشنی پڑتی ہے نیز بعض دوسرے شعرا کا کلام ہے لیکن زیادہ تر یگانہ ہی کا کلام ہے۔

کلام میں کوئی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ کہیں کچھ رباعیاں لکھ دی ہیں اور کہیں کچھ غزلیں۔ رباعیوں کے درمیان ایک آدھ غزل ہے اور غزلوں کے درمیان ایک دو رباعیاں۔

ورق ۱، الف پر یگانہ کے دستخط، پتا اور تاریخ ہے جو اِس طرح ہے:

مرزا یگانہ چنگیزی

سب رجسٹرار

لاتور، دکن

۲۴ر مارچ ۱۹۳۴ء بمقام بمبئی

اِس سے واضح ہے کہ یگانہ مذکورہ تاریخ کو بمبئی میں تھے اور وہیں اُنھوں نے اِس بیاض کا آغاز کیا تھا۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اِس بیاض میں صرف مذکورہ تاریخ کے بعد کا کلام ہے۔ اِس میں ۱۹۳۳ء کا کلام بھی ہے جیسے ''غالب شکن'' طبعِ اوّل میں شامل رباعیات۔ اِس میں ۱۹۳۶ء کا کلام بھی ملتا ہے۔ بعض رباعیات کے ساتھ رسالوں کے نام بھی لکھے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعیاں کن کن رسالوں کو اشاعت کے لیے بھیجی گئیں یا اُن میں شائع ہوئیں۔

بیاض: ۳

آغا جان نے یہ بیاض بھی بیاض: ۱ کے ساتھ قومی عجائب گھر، کراچی کو دی تھی۔ اِس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷ء ۹۰۲۔ سائز ۱/۲ ۱۳×۸ س م۔ اوراق ۱۰۴ (اس کے بعد ۳۷، اوراق مزید ہیں مگر وہ سب سادہ ہیں)۔ ورق ۱، الف پر بخطِ یگانہ یہ اندراج ملتا ہے:

''میرزا یگانہ چنگیزی۔ سب رجسٹرار

لاتور، دکن۔ ۴ر اپریل ۱۹۳۶ء''

Scanned with CamScanner

اس کے نیچے آغا جان کے دستخط مع تاریخ اس طرح ثبت ہیں:

"آغا جان ابنِ یگانہ

مورخہ ۶رمئی ۱۹۵۷ء"

یہ وہ تاریخ ہے جب یہ بیاض قومی عجائب گھر میں داخل کی گئی۔ یہ بیاض درمیان سے کئی جگہ سے ناقص ہے۔ ورق ۸۴ و ۸۵، ورق ۹۵ و ۹۶ اور ورق ۱۰۰ و ۱۰۱ کے درمیان کے کچھ ورق موجود نہیں ہیں۔ پشتے کی طرف ان اوراق کے کچھ حصے اب بھی باقی ہیں۔ یگانہ کے دستخطوں کے ساتھ جو تاریخ درج ہے، وہ لازماً بیاض کے آغاز کی ہے لیکن اِس میں اِس تاریخ سے پہلے کا کلام بھی ہے، جیسے اُمِّ صغریٰ (بنتِ یگانہ) کے انتقال (۱۹۲۹ء) پر کہی گئی رباعی۔ اِس بیاض میں ۱۹۳۹ء تک کا کلام ملتا ہے۔ مثلاً مشاعرۂ بھوپال منعقدہ ۹رجنوری ۱۹۳۹ء کی غزل (ورق ۱۰۱، الف)۔

بیاض: ۴

یہ بیاض بھی قومی عجائب گھر، کراچی میں ہے اور اس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷ء ۶۴۹۔ سائز ۱/۲×۱۲ ۱/۲ ۷ س م۔ اوراق ۷۹۔ یہ بیاض اس اعتبار سے دوسری بیاضوں سے مختلف ہے کہ اس میں غزلوں اور رباعیوں کو الگ الگ مرتب کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ترتیب ردیف وار ہے نہ سنہ وار۔ ابتداءً غزلوں کو ردیف وار مرتب کرنے کی کوشش نظر آتی ہے لیکن چند غزلوں کے بعد ہی یہ کوشش ترک کردی گئی ہے۔ یہ بیاض گنجینۂ مطبوعہ و قلمی کا نقشِ اوّل ہے۔ اِسی کو سامنے رکھ کر یہ دونوں مجموعے مرتب کیے گئے ہیں۔ تاہم غزلیات و رباعیات کی ترتیب میں خاصی تبدیلی کی گئی ہے۔ عام کتابوں کی طرح یہ بیاض دائیں سے بائیں نہیں بلکہ پرانی بیاضوں اور پوتھیوں کی طرح اوپر سے نیچے کی طرف لکھی گئی ہے۔ بیاض میں ایک طرف غزلیات ہیں اور دوسری طرف رباعیات۔ گویا دونوں اصناف متضاد اطراف سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ واحد بیاض ہے جس میں مشمولات پر نمبر شمار درج ہیں۔ (باقی بیاضوں میں مرتبِ کلیات نے نمبر شمار درج کیے ہیں) غزلیات کی تعداد ۱۱۷ ہے اور رباعیات کی

۲۳۰۔ گنجینہ مطبوعہ میں اس بیاض سے چار غزلیں زیادہ ہیں لیکن رباعیات خاصی کم ہیں یعنی صرف ۱۶۳۔ گنجینہ قلمی میں اس بیاض کی تمام رباعیوں کے ساتھ ۴۵ زائد رباعیاں بھی ہیں۔ گنجینہ قلمی میں اس بیاض سے ۱۰ غزلیں زیادہ ہیں۔

بیاض: ۵

یہ بیاض بلند اقبال بیگم بنت یگانہ کی ملکیت ہے۔ سائز ۱/۲ ۹ × ۱/۲ ۷ س م۔ اوراق ۸۱ (اس کے بعد بھی ۹ ورق ہیں جو سادہ ہیں)۔ اس میں صرف رباعیاں ہیں جو تعداد میں ۲۶۸ ہیں۔ ان پر نمبر شمار درج ہیں۔ یہ بقلم یگانہ بیاض کی نقل ہے۔ اصل بیاض بمبئی کے ہاشم اسماعیل کو بھیجی گئی تھی۔ بقول بلند اقبال بیگم، ہاشم اسماعیل کو بیاض بھیجنے سے پہلے اِسے نقل کرالیا گیا تھا۔ یہ کام ایک کم عمر طالبہ نے کیا تھا، اُس کا خط ناپختہ ہے اور اصل بیاض کے پڑھنے میں اُس نے غلطیاں بھی بہت کی ہیں۔ لہٰذا اس بیاض کو دوسری بیاضوں کی طرح بطور ماخذ استعمال نہیں کیا گیا یعنی اِس کے حوالے نہیں دیے گئے۔ تاہم اِس میں چند رباعیاں ایسی ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ ان رباعیوں کے متن کے درست ہونے کا پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد اِنھیں غیر مدوّن کلام میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ بیاض گنجینہ قلمی (اختتامِ کتابت: ۱۱ر اپریل ۱۹۵۱ء) سے پہلے کی ہے جس کے متعدد داخلی شواہد ملتے ہیں۔ مثلاً گنجینہ قلمی کی رباعی: ۱۱۹ کا مصرع ۲ (ہر خطرے پہ لاحول ہی پڑھتا جائے) اِس صورت میں ہے: الحمد قدم قدم پہ پڑھتا جائے۔ یگانہ نے یہ رباعی رسالہ ''آج کل'' دہلی (شمارہ جولائی ۱۹۵۱ء، ص۲۱) میں شائع کرائی تو اِس مصرعے کا متن گنجینہ قلمی کے مطابق تھا۔ اگر زیرِ نظر بیاض، گنجینہ قلمی کے بعد مرتب ہوئی تو لازماً مذکورہ مصرعے کا متن ہی ''آج کل'' میں چھپوایا جاتا۔

دیگر تصانیف و مرتّبات

خود نوشتِ یاسؔ (قلمی)

اِس کا اصل قلمی نسخہ جناب احمد صغیر زیدی (رائے بریلی) کی ملکیت ہے اور

Scanned with CamScanner

عکس راقم الحروف کے پاس ہے۔ یہ فل اسکیپ سائز (۲۸×۱۸ س م) کے ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے صفحے پر بقلم یگانہ یہ عبارت درج ہے:

AUTOBIOGRAPHY
OF
MIRZA YAS
27.1.17

خودنوشت یاس

اس کے بعد کے صفحات پر ۱ سے ۷۴ تک کے نمبر درج ہیں۔ مذکورۂ بالا تاریخ (۲۷ر جنوری ۱۹۱۷ء) کو تاریخ آغاز سمجھنا چاہیے۔ اس آپ بیتی کا سلسلۂ تحریر کم و بیش دو سال تک جاری رہا۔ ایسے داخلی شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں بھی آپ بیتی لکھی جاتی رہی۔ مثلاً ص ۳۸ پر ۲۶ر مارچ ۱۹۱۸ء کے ایک واقعے کو ڈیڑھ ماہ پہلے کا بتایا گیا ہے۔ گویا یہ اندراج ۱۱ر فروری ۱۹۱۸ء کا ہے۔ اس آپ بیتی کے صرف ابتدائی تین صفحات میں خاندانی و ذاتی حالات ملتے ہیں، باقی جو کچھ ہے وہ شعرائے لکھنؤ سے یاس کی معرکہ آرائیوں کی داستان ہے۔ اپنی اور دوسروں کی مطبوعہ تحریریں جا بجا نقل کی ہیں۔ اسی ضمن میں یاس کے بعض اشعار بھی نقل ہوئے ہیں جن سے زیرِ نظر کلیات میں استفادہ کیا گیا ہے۔ سیّد احمد صغیر زیدی (قلمی نام: سیّد احمد زیدی) نے اس خودنوشت کا خلاصہ علی گڑھ میگزین، شمارہ بابت ۶۱-۱۹۵۹ء میں بہ عنوان ''یگانہ کی خودنوشت'' شائع کرایا تھا۔ (ص ۴۷-۱۵۵)

چراغِ سخن (طبعِ اوّل):

''چراغِ سخن'' تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۱۴ء برآمد ہوتا ہے۔ یہ سالِ تصنیف ہے۔ طباعت مارچ ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ پرنٹ لائن کے مطابق یہ کتاب مرزا محمد رضی لکھنوی کی فرمائش پر مطبع گلشنِ ابراہیمی، امین آباد، لکھنؤ میں چھپی۔ یہ ۱/۲ ۱۸× ۱/۲ ۱۱ س م سائز کے ۹۶+۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ (آخری چار صفحوں میں کلامِ یاس کے بارے میں اساتذۂ لکھنؤ کی رائیں ہیں جو ''نشترِ یاس'' میں بھی موجود ہیں)۔ اس کتاب کا موضوع علمِ عروض و قوافی ہے، لیکن کتاب کے شروع اور آخر میں شامل دو

Scanned with CamScanner

مضامین (''شعر و سخن'' اور ''اہلِ زبان و زبان داں'') ایسے بھی شامل کیے ہیں جن میں یاسؔ نے شعرائے لکھنؤ سے اپنے اختلافات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اسی سلسلے میں غالبؔ کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

چراغِ سخن (طبعِ دوم):

اِس کتاب کا دوسرا ایڈیشن دسمبر ۱۹۲۱ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے چھپا۔ یہ ۱/۲ ۱۵× ۱/۲ ۱۲، س م سائز کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایڈیشن پہلے کے مقابلے میں خاصا ضخیم ہے۔ بعض عروضی مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے لیکن ضخامت کا اصل سبب یہ ہے کہ یاسؔ نے اپنے چار مقالے بھی شامل کردیے ہیں۔ اِن میں سے تین ثاقبؔ لکھنوی کے خلاف ہیں۔ یاسؔ نے اپنے اُن دو مضامین میں بھی اضافے کیے ہیں جو طبعِ اوّل میں شامل تھے۔ ''چراغِ سخن'' کے دونوں ایڈیشنوں میں یاسؔ کے اشعار بھی ملتے ہیں۔

شہرتِ کاذبہ:

اِس کا پورا نام ''شہرتِ کاذبہ المعروف بہ خرافاتِ عزیز'' ہے۔ یہ ۱۶×۱۲، س م سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں لکھی گئی اور ۱۹۲۳ء میں پریس بھیجی گئی (خاتمہ، ص۹۵)۔ متن اصح المطابع لکھنؤ میں چھپا۔ سرورق النور پریس علی گڑھ میں طبع ہوا اور اِس پر سالِ طباعت ۱۹۲۵ء درج ہے۔ اِس کتاب کے تین حصّے ہیں۔ پہلا دیباچہ پر مشتمل ہے جو یاسؔ کے ہم زاد غازی الدین بلخی نے لکھا ہے اور جس میں شعرائے لکھنؤ سے یاسؔ کی معرکہ آرائیوں کی تفصیل ہے۔ سب سے زیادہ عزیزؔ لکھنوی کے خلاف لکھا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں ناطقؔ لکھنوی کے اُن اعتراضات کا جواب ہے جو اُس نے یاسؔ کی ایک غزل پر کیے تھے۔

کتاب کا تیسرا حصّہ ''شہرتِ کاذبہ'' کے عنوان سے ہے اور اِس کی وجہِ تصنیف یہ ہے کہ یاسؔ نے ''اندھی نگری'' کے عنوان سے رسالہ ''نظارہ'' میرٹھ کے اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء کے مشترکہ شمارے میں ایک مقالہ لکھا تھا جس میں عزیزؔ لکھنوی

Scanned with CamScanner

کے قصائد پر ۷۵ اعتراضات کیے گئے تھے۔ ان اعتراضات کا جواب اشہر لکھنوی نے مذکورہ رسالے ہی میں دیا تھا۔ اشہر کا جواب رسالہ "نظارہ" میں جنوری ۱۹۱۹ء سے اپریل۔ مئی ۱۹۱۹ء تک کے چار شماروں میں "کحل البصر" کے عنوان سے قسط وار چھپا تھا۔ "شہرتِ کاذبہ" کے تیسرے حصّے میں یاسؔ کا جواب الجواب ہے۔

خاتمۂ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ یہ "خرافاتِ عزیز" کا حصّۂ اوّل ہے۔ لیکن اس کتاب کا دوسرا حصّہ کبھی شائع نہیں ہوا۔

شہرتِ کاذبہ میں یاسؔ کا کلام بھی ملتا ہے۔

غالب شکن (طبع اوّل):

یہ کتابچہ پہلی مرتبہ آرمی پریس، دیال باغ، آگرہ سے بہ اہتمام سیتا رام ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ ۱۶×۱۱، س م سائز کے ۳۲ صفحات ہیں۔ اِس کی شانِ نزول یہ ہے کہ ۱۹۳۳ء میں یگانہؔ کی رباعیات کا مجموعہ "ترانہ" شائع ہوا۔ اُس میں کچھ مزاحیہ رباعیاں غالبؔ کے بارے میں تھیں۔ اِس پر پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیبؔ نے یگانہؔ کو لکھا کہ اِن رباعیوں کو مجموعے میں شامل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اِس کے جواب میں یگانہؔ نے اُنھیں ایک خط لکھا جس میں اُنھوں نے اپنی دانست میں یہ ثابت کیا ہے کہ اُن کا اقدام بلاجواز نہیں ہے اور غالبؔ ایسے شاعر نہیں ہیں کہ اُن کی خامیوں کی پردہ پوشی کی جائے۔ اِس خط کو یگانہؔ نے "غالبؔ شکن" کے نام سے چھپوا دیا۔ "ترانہ" میں تو غالبؔ کے خلاف ۹ (آٹھ اردو میں اور ایک فارسی میں) رباعیاں تھیں "غالب شکن" میں ۲۴ رباعیاں ہیں۔

غالب شکن (طبعِ دوم):

اگلے سال ۱۹۳۵ء میں یہ کتابچہ "غالبؔ شکن (دو آتشہ)" کے نام سے آرمی پریس، دیال باغ، آگرہ ہی سے طبع ہوا۔ اِس میں یگانہؔ نے خاصا اضافہ کیا ہے، اِس لیے ضخامت ۳۲ صفحات سے بڑھ کر ۸۰ ہوگئی ہے (سائز طبع اوّل کے مطابق ہے) رباعیوں کی تعداد بھی ۲۴ سے بڑھ کر ۳۲ ہوگئی ہے۔

Scanned with CamScanner

ماہ نامہ ''کارِ امروز'' لکھنؤ:

اس رسالے کا اجرا جنوری ۱۹۲۱ء میں عمل میں آیا۔ اس کے صرف پانچ شمارے شائع ہوئے۔ (اشتہار در ''شہرتِ کاذبہ'' محولۂ بالا، ص ۴۳) مرتبِ کلیات کو اس کا صرف ایک شمارہ دستیاب ہوا ہے جو فروری مارچ ۱۹۲۱ء کا ہے۔ اس کے اداریے (''گزارش'') سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس رسالے کا دوسرا شمارہ ہے۔ اسی بنا پر اس کی تاریخِ اجرا جنوری ۱۹۲۱ء متعین کی گئی ہے۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۲۰ء کو یاسؔ نے اس رسالے کے اجرا کے سلسلے میں ایک گشتی مراسلہ چھپوا کر تقسیم کیا تھا۔ اُس میں یہ اطلاع دی گئی ہے: ''اِس کا حجم کم از کم ۶۴ صفحوں کا ہوگا جو ۲۰×۲۶ کی ۱/۱۶ تقطیع پر خفی قلم سے لکھوایا جائے گا''۔ پیشِ نظر شمارہ اِس کے مطابق ہے۔ اِس میں یاسؔ کی ایک غزل کا ابتدائی متن ملتا ہے۔

ماہ نامہ ''صحیفہ'' اٹاوہ:

یہ رسالہ یاسؔ نے جو اَب یگانہؔ بھی بن چکے تھے، اٹاوہ کے دورانِ قیام جاری کیا تھا۔ اِس کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا اور یہی آخری شمارہ بھی تھا۔ یہ ۱/۲ ۲۴×۱۶، س م سائز کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اِس شمارے کے تمام مضامین یگانہ نے خود لکھے ہیں۔ چار اصلی نام سے اور دو فرضی ناموں سے۔ اِن میں سے ایک مضمون ''اساطینِ لکھنؤ'' میں یگانہ کا کلام بھی ہے۔

مکاتیب و مضامین:

دوارکا داس شعلہؔ کے نام یگانہؔ کے ۹۵ خطوط راقم الحروف نے کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'': ۲ (کراچی، ۱۹۸۰ء) میں شائع کیے تھے۔ اِن کے علاوہ بھی راقم نے تقریباً دو سو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط جمع کیے ہیں۔ اِن میں بھی یگانہ کا کلام ملتا ہے۔ یگانہؔ نے اپنے متعدد مضامین میں اپنی مکمل غزلیں اور متفرق اشعار کثرت سے درج کیے ہیں۔ کلّیات میں اِن مضامین سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مکاتیب و مضامین سے جو فائدہ اٹھایا گیا ہے، اُس کی تفصیل حواشی سے معلوم ہوسکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

حواشی:

۱۔ کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ: ۲، ۱۹۸۰ء، ص۴۸۹

۲۔ ''بیسویں صدی کے بعض لکھنوی ادیب، اپنے تہذیبی پس منظر میں'' از مرزا جعفر حسین، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء، ص۱۱۴

۳۔ ''قومی دارالاشاعت لاہور، کمیونسٹ پارٹی کے پبلشنگ ہاؤس کی شاخ تھی۔ پرنٹر اور پبلشر محمد کلیم اللہ کمیونسٹ پارٹی کے ممبر تھے اور حیدرآباد کے رہنے والے تھے''۔ (علی سردار جعفری، مکتوب بنام ڈاکٹر نیر مسعود، مورخہ ۶/ اگست ۱۹۹۵ء، مطبوعہ ہفت روزہ ''ہماری زبان'' دہلی، شمارہ: ۱۵ و ۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء، ص۷)

۴۔ ''سرگزشت'' از ذوالفقار علی بخاری، کراچی ۱۹۶۶ء، ص۱۷۸

۵ و ۶۔ کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا، ص۴۸۸

۷۔ کتابچہ ''قصہ ایک دکان اور دکان دار کا'' لاہور، ۱۹۸۷ء، ص۸۔۷

۸۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ چوں کہ قومی دارالاشاعت کی طرف سے کتابیں پہلے بمبئی سے چھپتی تھیں، اِس لیے سردار جعفری کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ ''گنجینہ'' پہلی بار بمبئی سے چھپی تھی۔ اُنھوں نے اپنے محولۂ بالا خط میں جو ڈاکٹر نیر مسعود کی کتاب ''یگانہ: احوال و آثار'' کے بارے میں لکھا گیا تھا، تحریر کیا ہے:

> ''آپ نے ص۹۳ پر گنجینہ کا سرورق چھاپا ہے اور رسالہ 'شاعر' کے حوالے سے تاریخِ اشاعت ۱۹۴۸ء لکھی ہے۔ یہ دراصل گنجینہ کے دوسرے یا تیسرے ایڈیشن کا سرورق ہے۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں کمیونسٹ پارٹی کے قومی دارالاشاعت نے بمبئی سے شائع کیا تھا۔''

''گنجینہ'' ایک ہی بار لاہور سے چھپی ہے۔ اس کا کوئی اور ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔ ڈاکٹر نیر مسعود کی کتاب میں اِسی کا سرورق ہے۔ ڈاکٹر نیر مسعود نے رسالہ ''شاعر'' کے حوالے سے سالِ اشاعت ۱۹۴۸ء لکھا ہے۔ دراصل ''شاعر'' میں یہ غلط سالِ اشاعت ''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا (ص۴۳۴) کی تقلید میں لکھا گیا ہے۔ اُس وقت تک راقم الحروف کو صحیح سالِ اشاعت کا علم نہ تھا، آغا جان ابنِ یگانہ نے جو بتایا تھا، وہی لکھ دیا تھا۔

۹۔ شخصی خاکہ ''میرزا یگانہ چنگیزی'' مشمولۂ کتاب ''وہ صورتیں الٰہی'' از مالک رام، دہلی، ۱۹۷۴ء، ص۱۶۲۔۱۶۱

۱۰۔ رسالہ ''نقوش'' لاہور، مکاتیب نمبر، جلد دوم، شمارہ: ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء، ص۱۷۰

Scanned with CamScanner

نوٹ

ابنِ خلدون کہتا ہے کہ ''ایک عجمی فصحاے عرب کے کلام کی ممارست سے اہلِ زبان میں شمار کرنے کے لائق ہوسکتا ہے۔'' لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ یاسؔ کو (جس کی زبانِ مادری اردو ہے، جس کی زندگی ہمیشہ سے فصحا اور شعراے باکمال کی صحبت میں گزری ہے، اساتذہ کے کلام جس کے پیشِ نظر ہیں، جس کو لکھنؤ کے اساتذۂ عصر کی صحبت کا شرف حاصل ہے، خاندانِ انیسؔ و دبیرؔ و تعشقؔ اور دیگر خاندانی شعراے باکمال جس کے کلام کو اساتذۂ سابق کا صحیح نمونہ مانیں، جس کا کلام قادر الکلامی اور زبان دانی کے جوہر خود دکھاتا ہو) لکھنؤ اہلِ زبان نہ مانے۔ جب خاندانی شعرا اور اہلِ زبان نے مان لیا تو معاصرینِ حال اور آیندہ نسلوں پر فرض ہے کہ یاس کی زبان اور اجتہادی تصرّفات سے سند لیں۔ آج کئی دن ہوئے کہ مسٹر ربندر ناتھ ٹگور کو کلکتے میں بادشاہِ سوئڈن کی طرف سے اسی [اس کی؟] ادبی خدمات کے صلے میں طلائی تمغہ عطا ہوا۔ مگر لکھنؤ کے اکثر نافہم دوسروں کے حقوق کو نہایت بے دردی سے پامال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اہلِ انصاف کی نگاہوں میں خود ذلیل ہوتے ہیں۔ یورپ کو دیکھیے کہ ایک ہندوستانی شاعر کی قدر کس آزادی سے کی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

ناچیز۔ یاسؔ

(''نشترِ یاس''، صفحہ ح)

Scanned with CamScanner